عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد:۳۶ | ۱۲تا۱۹ر رمضان ۱۴۳۸ھ مطابق ۸تا۱۵رجون ۲۰۱۷ء | شمارہ:۲۲

غزوۂ بدر کے چند معجزات

اعتکاف اور لیلۃ القدر

فضیلت اور احکام

مصارفِ زکوٰۃ

شکرِ نعمت

ایک بڑی عبادت

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Email: editorkn@yahoo.com

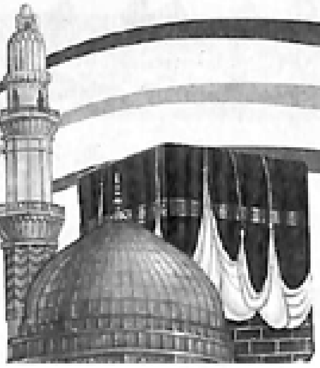

آپ کے مسائل

مولانا اعجاز مصطفیٰ

جائیداد کی تقسیم

س:...... ہماری ایک کروڑ روپے کی جائیداد ہے، ہم تین بھائی اور پانچ بہنیں ہیں۔ والدین کا انتقال ہو چکا ہے اور کسی قسم کا کوئی قرض بھی نہیں اور نہ ہی کسی کے لئے مال کی کوئی وصیت کی ہے اور تجہیز و تکفین کے اخراجات صاحبزادوں نے اپنی طرف سے ادا کئے ہیں؟ لہٰذا اب اس مال کی تقسیم کیسے ہوگی؟

ج:...... بصورت مسؤلہ مذکورہ جائیداد مساوی گیارہ حصوں پر تقسیم ہوگی، جس میں سے دو، دو حصے ہر ایک بیٹے کو اور ایک، ایک حصہ ہر ایک بیٹی کو ملے گا۔

بامر مجبوری تیمم، پانی کا متبادل ہے

س:...... آج سے چھ سال پہلے تبلیغی جماعت میں چار مہینے کے لئے گیا تھا، سردی کا موسم تھا دیہاتی علاقے میں تشکیل ہوئی تھی، رات کو احتلام ہوا ویسے بھی میں گرمیوں میں بھی گرم پانی سے غسل اور وضو کرتا ہوں، سردی بہت زیادہ تھی بارش بھی ہو رہی تھی، اگر غسل کرتا تو ہو سکتا تھا کہ بخار ہو جائے، اکثر سردی میں غسل کرنے سے بخار آتا ہے، اس لئے میں تیمم کر کے نماز بھی پڑھتا تھا اور قرآن کریم کی تلاوت بھی کرتا تھا، دو دن کے بعد بارش رکی اور گرم پانی سے میں نے غسل کیا، ان دو دنوں کے دوران میں مسجد میں رہا ہوں، اب آپ سے معلومات کرتا ہوں کہ اس حرکت سے میں گناہگار ہو گیا ہوں تو میرے اس گناہ کی تلافی کس طرح ہوگی؟ اس بارے میں سخت پریشان ہوں، صحیح جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

ج:...... واضح رہے کہ شریعت مطہرہ نے بامر مجبوری تیمم کو پانی کا قائم مقام بنایا ہے، جس طرح پانی انسانی بدن کو پاک کرنے کا ذریعہ ہے، اسی طرح پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونے کی حالت میں تیمم کرنے سے بھی جسم پاک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

"مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُم مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَھِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ" (المائدہ:۶)

اور پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ پانی ہی میسر نہ ہو، جبکہ دوسری صورت یہ ہے کہ پانی تو موجود ہے مگر وہ شخص بیمار ہے اور وضو یا غسل سے جان کی ہلاکت کا یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا یا بیماری کے طول پکڑ جانے کا اندیشہ ہے تو ایسا شخص بلاشک وشبہ تیمم کر سکتا ہے اور اس سے اپنی شرعی معمولات کی ادائیگی کر سکتا ہے جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے:

"ومن لم یجد الماء وھو مسافر المراد من الوجود القدرۃ علی الاستعمال حتی انہ لو کان مریضاً علی رأس بئر بغیر دلو...لایکن واجداً...او کان یجد الماء الا انہ مریض... المریض لہ ثلاث حالات احداھا اذا کان یستضر باستعمال الماء کمن بہ جدری او حمی او جراحۃ یضرہ الاستعمال فھذا یجوز لہ التیمم اجماعاً۔"

(الجوہرۃ النیرۃ ص:۲۰،۲۱، ج:۱، باب التیمم کتاب الطہارۃ طبع بمبئی)

جس طرح عبادات یعنی نماز وغیرہ غسل واجب اور وضو کرنے کے بعد ادا کرنا جائز ہے، اسی طرح یہی تمام عبادات تیمم کرنے کے بعد بھی ادا کرنا جائز ہے، لہٰذا بصورت مسؤلہ مذکورہ عذر کی بنا پر آپ نے تیمم کر کے جو نمازیں پڑھی ہیں یا تیمم کی حالت میں جو دو دن آپ نے مسجد میں گزارے ہیں، آپ کے لئے اس طرح کرنا جائز تھا، لہٰذا آپ کو اس پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ
ختم نبوت
انٹرنیشنل

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۶ ۔ ۱۲تا۱۹ر رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ مطابق ۸تا۱۵ر جون ۲۰۱۷ء ۔ شمارہ:۲۲

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

سالانہ ختم نبوت کورس، چناب نگر	۵	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
اعتکاف اور لیلۃ القدر... فضیلت و احکام	۷	مولانا قاری سعید الرحمنؒ
غزوۂ بدر کے چند معجزات	۱۱	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
مصارفِ زکوٰۃ	۱۴	مفتی عبدالقیوم دین پوری
سانحہ مستونگ	۱۵	مولانا زاہد الراشدی
شکرِ نعمت... ایک بڑی عبادت	۱۷	مولانا شمس الحق ندوی
سکھ مذہب سے دینِ اسلام تک (۳)	۲۱	خالد محمود، سابق یونیکل لندن
مرزا قادیانی کا تعارف و کردار (۳۷)	۲۵	حافظ عبید اللہ

بـنیـاد
امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35.Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری ۔ مطبع: القادر پرنٹنگ پریس ۔ طابع: سید شاہد حسین ۔ مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

بیمار کی عیادت اور مصائب پر صبر

حدیث قدسی ۱۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب کوئی مسلمان اپنے بیمار بھائی کی عیادت کرتا ہے یا اس کی زیارت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تجھ کو مبارک ہو اور تیرا یہ چلنا مبارک ہے تو نے اپنا گھر جنت میں بنالیا۔ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کی عیادت کرنا یا کسی مسلمان کی ملاقات کے لئے جانا یا اجر و ثواب کا فعل ہے۔

حدیث قدسی ۱۳: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اور حضرت صنابحی رضی اللہ عنہ ایک مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے ان دونوں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا حال ہے اور تو نے کس حال میں صبح کی؟ مریض نے جواب دیا میں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کے فضل میں صبح کی، حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھ کو خوشی ہو کہ تیری خطائیں گرادی گئیں اور تیرے گناہوں کا کفارہ ہو گیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جب میں اپنے مومن بندوں میں سے کسی بندے کو امتحان میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ میری حمد بیان کرتا ہے اور اس بلا پر جس میں، میں نے اس کو مبتلا کیا ہے میری تعریف کرتا ہے تو وہ اپنے بستر سے ایسا پاک صاف کھڑا ہوتا ہے گویا اس کی ماں نے اس کو اسی دن جنا ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندے کو بیماری کی وجہ سے روک دیا ہے اور یہ عمل نہیں کر سکتا جو تندرستی کے زمانہ میں کیا کرتا تھا لیکن تم اس کے لئے وہ ثواب لکھتے رہو جو صحت کے زمانے میں لکھا کرتے تھے۔ (احمد)

جس طرح بچہ اپنی ولادت کے دن بے گناہ ہوتا ہے اسی طرح بیمار جب بیماری سے اٹھتا ہے تو تمام گناہوں سے پاک ہوتا ہے: ''یعنی بیماری کی وجہ سے جو اعمال میں کمی آگئی ہے، اس سے ثواب میں کمی نہ ہو بلکہ ثواب تندرستی کا سا دیا جائے۔''

حدیث قدسی ۱۴: ابو اشعث صنعانی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے جب میں اپنے کسی مومن بندے کو بیماری میں مبتلا کروں اور وہ میری حمد بیان کرے تو تم اس کا ثواب تندرستی اور صحت میں جو عمل کرتا تھا، اسی طرح لکھتے رہو۔ (طبرانی)

اقامت

س:...... جماعت کی نماز شروع ہونے سے پہلے جو اقامت کہی جاتی ہے، اس کے کلمات کی ترتیب اور ترجمہ کیا ہے؟

ج:...... اقامت کے کلمات کی ترتیب اور ان کا ترجمہ درج ذیل ہے: اللہ اکبر: اللہ (تعالیٰ) ہی سب سے بڑے ہیں، اللہ اکبر: اللہ (تعالیٰ) ہی سب سے بڑے ہیں، اللّٰہ اکبر: اللہ (تعالیٰ) ہی سب سے بڑے ہیں، اللّٰہ اکبر: اللہ (تعالیٰ) ہی سب سے بڑے ہیں، اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ (تعالیٰ) کے رسول ہیں، اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ (تعالیٰ) کے رسول ہیں، حی علی الصلوٰۃ: آؤ نماز کی طرف، حی علی الصلوٰۃ: آؤ نماز کی طرف، حی علی الفلاح: آؤ کامیابی کی طرف، حی علی الفلاح: آؤ کامیابی کی طرف، الصلوٰۃ خیر من النوم: نماز نیند سے بہتر ہے، الصلوٰۃ خیر من النوم: نماز نیند سے بہتر ہے، اللّٰہ اکبر: اللہ (تعالیٰ) ہی سب سے بڑے ہیں، اللّٰہ اکبر: اللہ (تعالیٰ) ہی سب سے بڑے ہیں، لا الٰہ الا اللّٰہ: اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

س:...... دورانِ اقامت اکثر بعض نمازی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں، شریعت کے اعتبار سے کیا ایسا کرنے کی اجازت ہے؟

ج:...... شریعت نے اس موقع پر نماز کی سی ہیئت بنانے کی کوئی تعلیم نہیں دی ہے، لہٰذا ایسی ہیئت کا بنانا نامناسب ہے، جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ نمازی کسی نماز میں مشغول ہے، اسی طرح بعض لوگوں کی عادت جمعہ کے خطبہ کے دوران بھی ہوتی ہے کہ وہ پہلے خطبے کے دوران ہاتھ باندھ کر بیٹھتے ہیں اور دوسرے خطبے کے دوران قعدے کی ہیئت کی طرح ہاتھ رانوں پر رکھ کر بیٹھتے ہیں، یہ ان کا خود ساختہ عمل ہے۔ شریعت کی دی ہوئی تعلیم نہیں ہے، لہٰذا اس موقع پر بھی ایسی ہیئت بنانا نامناسب ہے جو شریعت کی بتلائی ہوئی تعلیمات کے برخلاف محسوس ہوتی ہو اور دوسروں پر اس کا غیر شرعی اثر پیدا ہونے کا خدشہ ہو۔

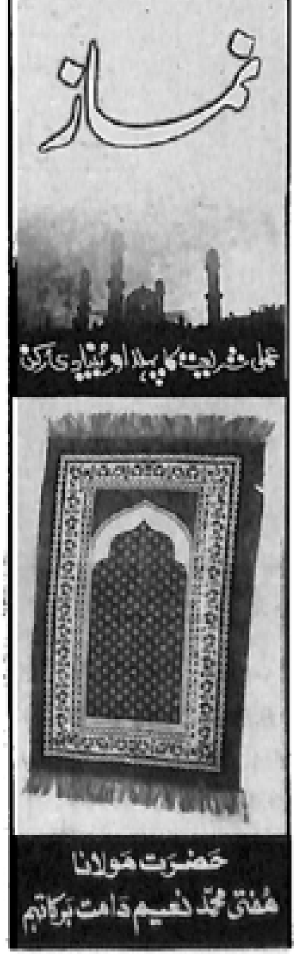

اداریہ

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

سالانہ ختم نبوت کورس، چناب نگر

محض اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے امسال بھی سالانہ ختم نبوت کورس چناب نگر کا حسب سابق آغاز ۲ رشعبان المعظم ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۹ راپریل ۲۰۱۷ء بروز ہفتہ صبح آٹھ بجے ہوا۔ جمعرات شام سے مہمان آنے شروع ہوئے۔ جمعہ کے روز رات گئے تک چار صد سے زائد شرکاء حضرات تشریف لا چکے تھے۔ امسال اللہ رب العزت نے کرم کیا کہ سب سے بڑا قافلہ کراچی اور اندرون سندھ سے تشریف لایا۔ کراچی سے پاکستان ایکسپریس پر تین صد حضرات عازم سفر ہوئے۔ حیدرآباد اور روہڑی سے ایک سو حضرات نے اعزاز ہمسفری حاصل کیا۔ یوں ہفتہ کے روز صبح ساڑھے آٹھ بجے چار سو حضرات پر مشتمل قافلہ فیصل آباد اسٹیشن پر اترا۔ پورے اسٹیشن پر ختم نبوت کورس کے شرکاء کی ریل پیل نے بھرپور کشش کا ماحول پیدا کیا ہوا تھا۔ مولانا عبدالرشید مبلغ ختم نبوت فیصل آباد نے بیس ویگنوں کو بک کیا ہوا تھا۔ چار صد حضرات پر مشتمل قافلہ ویگنوں سے مدرسہ ختم نبوت چناب نگر مسلم کالونی پہنچا۔ ہفتہ کے روز ہی شام کے اسباق میں شرکاء کی تعداد آٹھ صد کے قریب ہوگئی تھی۔

امسال بھی ہفتہ، اتوار دو روز داخلہ جاری رکھا گیا۔ کل داخلہ نو صد چون (۹۵۴) ہوا۔ ہر روز دو وقت صبح وشام حاضری لگتی رہی۔ کثرت غیر حاضری یا دیگر وجوہ کی بنیاد پر بعض حضرات کا خارجہ کیا گیا۔ جو انچاس تھے۔ امتحان میں شریک حضرات کی تعداد نو صد پانچ تھی۔ امسال بھی تین امتحان ہوئے۔ پہلے دو دن ابتدائی سبق مولانا محمد شاہد اور مولانا محمد احمد نے پڑھائے۔ حضرت مولانا غلام رسول دین پوری، حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا مفتی محمد راشد مدنی، مولانا محمد رضوان عزیز، مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا غلام مرتضیٰ، مولانا محمد قاسم رحمانی کے تسلسل کے ساتھ یومیہ اسباق ہوتے تھے۔ ان میں سے بعض حضرات نے پورا دورانیہ اور بعض نے ایک ایک ہفتہ اسباق پڑھائے۔ ذیل کے حضرات کے بھی لیکچر ہوئے۔ مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا زاہد الراشدی، مولانا عزیز الرحمن رحیمی، مولانا قاضی محمد ابراہیم ثاقب (امیر مجلس اٹک)، جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد عمران (بہاولپور)، مولانا نور محمد ہزاروی (سرگودھا)، مولانا مفتی محمد حسن (لاہور)، مولانا سید خبیب احمد شاہ (فیصل آباد)، مولانا محمد الیاس گھمن (سرگودھا)، مولانا محمد اعجاز مصطفےٰ (امیر مجلس کراچی)، مولانا محمد انور اوکاڑوی، مولانا قاضی ہارون الرشید (راولپنڈی)، جناب محمد متین خالد (لاہور)، مولانا قاری عبدالعلیم شاکر (لاہور)، جناب پیر رضوان نفیس (لاہور)، قاری مولانا جمیل الرحمن (لاہور)، مولانا خالد محمود (لاہور)، مفتی محمد دین (ملی)، حضرت مولانا پیر عبدالرحیم (چکوال)، جناب خالد مسعود ایڈووکیٹ (تلہ گنگ)، مولانا غلام محمد، مولانا حفظ الرحمن بنوری (فیصل آباد)۔ کورس کا سب سے پہلا سبق مولانا عزیز الرحمن صاحب شیخ الحدیث جامعہ دار القرآن فیصل آباد کا اور سب سے آخری سبق عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب خانقاہ سراجیہ کا ہوا اور اتفاق کی بات ہے کہ دونوں حضرات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کے شاگردان رشید ہیں۔

کورس کے شرکاء کی خدمت مولانا خبیب احمد (مبلغ ٹوبہ ٹیک سنگھ)، مولانا محمد اقبال (مبلغ ڈیرہ غازی خان)، مولانا محمد اسحاق ساقی (مبلغ بہاولپور)، مولانا صغیر احمد (مدرس جامعہ ختم نبوت چناب نگر) نے سرانجام دی۔ تمام اساتذہ وقراء حضرات بمع طلباء کرام کے پیش پیش رہے۔ مندوب مہمانوں کا نظم قاری عبیدالرحمن کے سپرد رہا۔ تقاریر کے شعبہ کو مولانا فقیر اللہ اختر نے سنبھالا۔ کورس کے مکمل نظم کی مولانا عزیز الرحمن ثانی نے نگرانی کی۔ مولانا محمد وسیم اسلم، مولانا عادل خورشید، مولانا غلام مصطفےٰ آپ کے معاون تھے۔ حسب سابق اس موقع پر لائبریری میں نئی کتب کا اندراج بھی مولانا محمد وسیم اسلم اور قاری محمد اصغر نے انجام دیا۔ بحمدہ تعالیٰ نظم معمول کے مطابق بہت ہی اعلیٰ رہا۔ امسال شرکاء کی ریکارڈ حاضری تھی۔ مجموعی طور پر تمام شرکاء کو ”تحفہ قادیانیت“ کا چھ جلدوں پر مشتمل سیٹ اور ”چمنستان ختم نبوت“ کا تین جلدوں پر مشتمل سیٹ دیئے گئے۔ دیگر کتب اس کے علاوہ تھیں۔ فالحمدللہ!

امسال بھی کتابوں کے گفٹ پیک کے لئے مولانا سید خبیب احمد شاہ کے برادران نے کارٹن پرنٹ کر کے ارسال کئے۔ آخری تین روز مجلس کے مکتبہ پر ڈیوٹی مولانا محمد قاسم (مبلغ منڈی بہاؤالدین) اور مولانا عبدالرشید (مبلغ فیصل آباد) نے سرانجام دی۔ امسال بھی ملک بھر سے مختلف مدارس کے اساتذہ اپنے اپنے مدرسہ کے طلباء سے ملنے کے لئے تشریف لاتے رہے۔ جو حضرات بھی تشریف لائے کورس کے بھرپور نظم اور رونقوں کے منظر پر خوشی وانبساط کے اظہار کے ساتھ ساتھ دعاؤں سے نوازتے رہے۔ اہل علم کی اس کام کے لئے عنان توجہ اللہ رب العزت کے بے پایاں انعام کا ہی صدقہ ہے۔ فالحمدللہ!

اختتامی دعا ۲۰ رمئی ۲۰۱۷ء مطابق ۲۳ رشعبان المعظم ۱۴۳۸ھ بروز ہفتہ کو ہوئی۔ ڈسکہ، چارسدہ، مانسہرہ، خانقاہ سراجیہ، ہڑپہ، پنوں عاقل، پشاور، لاہور، چنیوٹ، سیالکوٹ، فیصل آباد، اکوڑہ خٹک، چیچہ وطنی سے بہت سارے مہمانان گرامی دعا میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ نماز فجر کے بعد تمام مہمانان گرامی کو ناشتہ کرایا گیا۔ ۷ بجے مولانا محمد اسماعیل اور ان کے بعد آخری بیان مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کا ہوا۔ آپ نے فیلڈ میں کام کرنے کے لئے ہدایات سے شرکاء کو سرفراز کیا۔ کورس کی اختتامی تقریب کی صدارت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نے فرمائی۔ چونکہ کراچی وسندھ کے چار صد حضرات کی واپسی ٹرین کے ذریعہ تھی۔ اس لئے ان کو سب سے پہلے سندات اور انعامی کتب کا سیٹ دیا گیا۔ اس کے بعد رول نمبروں کی ترتیب سے طلباء کو اسناد وکتب دی گئیں۔

جن حضرات کے ہاتھوں سندیں اور انعامی کتب دی گئیں ان کی فہرست یہ ہے: (۱) حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب (خانقاہ سراجیہ)، (۲) حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب (خانقاہ سراجیہ)، (۳) حضرت مولانا محمود الحسن عارف (لاہور)، (۴) حضرت پیر رضوان نفیس (لاہور)، (۵) حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی (ملتان)، (۶) حضرت مولانا سیف اللہ خالد (چنیوٹ)، (۷) حضرت قاری عبدالحمید حامد (چنیوٹ)، (۸) حضرت مولانا غلام رسول دین پوری (چناب نگر)، (۹) حضرت مولانا محمد خالد (لاہور)، (۱۰) حضرت قاری ظہور الحق (لاہور)، (۱۱) حضرت مولانا سعید احمد (لاہور)، (۱۲) حضرت قاری عزیز الرحمٰن رحیمی (فیصل آباد)، (۱۳) حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال (چیچہ وطنی)، (۱۴) حضرت قاری محمد زاہد اقبال (چیچہ وطنی)، (۱۵) جناب محمد خالد مسعود ایڈووکیٹ (تلہ گنگ)، (۱۶) حضرت مولانا قاری عبیدالرحمٰن (تلہ گنگ)، (۱۷) حضرت مولانا غلام مرتضیٰ (ڈسکہ)، (۱۸) حضرت مولانا محمد اسحاق (ڈسکہ)، (۱۹) حضرت مولانا مفتی محمد افضال (چنیوٹ)، (۲۰) حضرت مولانا محمد عارف (چنیوٹ)، (۲۱) حضرت مولانا حاجی محمد فشاء (چنیوٹ)، (۲۲) حاجی محمد جمیل (چنیوٹ)، (۲۳) حضرت پیر صفدر حسین (چنیوٹ)، (۲۴) حضرت پیر عابد علی (چنیوٹ)، (۲۵) حاجی عبدالرحمٰن (چارسدہ)، (۲۶) حضرت مولانا مفتی محمد یار (چارسدہ)، (۲۷) حضرت مولانا فقیر اللہ اختر (سیالکوٹ)، (۲۸) جناب وحید گل (ایم. پی. اے ن لیگ، لاہور)، (۲۹) جناب علامہ رجیع اللہ (لاہور)، (۳۰) ڈاکٹر محمد فاروق (لاہور)، (۳۱) حضرت مولانا غلام مصطفےٰ (چناب نگر)، (۳۲) سید ضیاء الحسنین شاہ (چناب نگر)، (۳۳) مولانا ملک خلیل احمد (چنیوٹ)، (۳۴) مولانا محمد رضوان عزیز (چناب نگر)، (۳۵) پروفیسر صفدر حسین قریشی (چناب نگر)، (۳۶) رانا امان اللہ (چناب نگر)، (۳۷) سید نور الحسن شاہ (چنیوٹ)، (۳۸) جناب عبدالرؤف روفی (مانسہرہ)، (۳۹) جناب شیخ عبدالغفار (بنوں عاقل)، (۴۰) جناب محمد رمضان بھٹیلا (ہڑپہ)۔

تقریری مقابلہ میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء کرام کی فہرست درج ذیل ہے:

رول نمبر	نام طالب العلم مع ولدیت	ضلع	پوزیشن
76	محمد وقاص بن سارنگ علی	فیصل آباد	اوّل
753	محمد خرم شہزاد بن محمد عبدالستار	سرگودھا	دوم
271	معاذ احمد بن مطیع الحق	اٹک	سوم

امتحان میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء کرام کی فہرست درج ذیل ہے:

رول نمبر	نام طالب العلم مع ولدیت	ضلع	حاصل کردہ نمبر	پوزیشن
449	نوید اقبال بن پیر زمان خان	صوابی	257	اوّل
44	محمد اشفاق بن محمد صادق	بہاولپور	242	دوم
807	اعجاز علی بن گلزار محمد	مردان	240	سوم

امسال کے تجربہ کے بعد آئندہ سال کے لئے فیصلہ کیا گیا:

۱......امسال کورس میں شرکت کرنے والے حضرات اگلے سال مزید رفقاء کو بھجوائیں۔ خود تشریف نہ لائیں۔

۲......اگلے سال کا داخلہ گزشتہ سال کی کمپیوٹرائزڈ فہرستوں کی چھان بین کے بعد ہو۔ تاکہ دوبارہ حضرات شرکت نہ کریں۔

۳......اگلے سال حاضری کے بعد تعلیم کے آغاز پر ہی تمام کمروں کو مقفل کردیا جائے۔ اس کے لئے مستقل حضرات کی ڈیوٹی لگائی جائے۔

۴......سبق کے دوران تمام گیٹ بند کردیئے جائیں۔ کسی نے باہر جانا ہو تو تحریری اجازت نامہ مجاز اتھارٹی سے حاصل کئے بغیر نہ جاسکیں۔

۵......دو ٹائم کی حاضری کے علاوہ گاہے بگاہے معمول سے ہٹ کر بھی حاضری لی جائے۔ تاکہ شرکاء کی اسباق میں غیر حاضری کا کوئی چانس باقی نہ رہنے دیا جائے۔

۶......رول نمبر کے اعتبار سے ہر دس ساتھیوں پر مشتمل گروپ بنائے جائیں۔ ان کے امیر مقرر کئے جائیں۔ جو اپنے رفقاء کی حاضری کی رپورٹ دیتے رہیں۔ اس سے نظم مزید بہتر ہوسکے گا۔

اختتامی تقریب کے اسٹیج سیکریٹری مولانا عزیز الرحمٰن ثانی تھے۔ آپ نے آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک برابر ڈائس پر کھڑے رہ کر کاروائی کو چلایا۔ اختتامی دعا حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب مدظلہ نے فرمائی۔ مہمانوں نے کھانا تناول کیا اور گھروں کو جانا شروع ہوئے۔ عصر کے بعد تک مہمانوں کے تشریف لے جانے کا عمل مکمل ہوا۔ ان گنت تعریفیں حق تعالیٰ کی جس کے بے پایاں کرم کی بارش اس کورس پر ہر لحظہ جاری رہی۔ ان گنت بار درود وسلام حضرت خاتم النبیین ﷺ کی روح پرفتوح پر جن کی عظمتوں کے جھنڈے ان شرکاء کورس کے ذریعہ ملک بھر میں بلند ہوں گے اور آپ کے اعزاز وصف خاص ختم نبوت کا پھریرا چاردانگ عالم میں مزید در مزید بلند تر ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی ان خدمات کو حق تعالیٰ شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں اور تمام رفقاء کو بے ریا اس خالص متبول عمل کے لئے بیش از بیش خدمت کی توفیق رفیق فرمائیں۔ آمین بحرمة النبی الکریم!

اعتکاف اور لیلۃ القدر... فضیلت و احکام

مولانا قاری سعید الرحمٰنؒ

رمضان المبارک کا مہینہ اپنی کامل برکتوں اور بھرپور سعادتوں کے ساتھ دنیائے اسلام میں آیا۔ بس اب چند ہی دن باقی ہیں یہ مہینہ مسلمانوں کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا انعام بن کر آیا۔ اس مہینہ میں ہزاروں' لاکھوں کیا کروڑوں' اربوں رحمتیں نازل ہوئیں' اس مہینہ میں بہت سے گناہگاروں کو بخش دیا گیا۔

رمضان المبارک کا مہینہ خاص کر عبادات کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ جس کا ایک نفل فرض کے برابر اور ایک فرض ستر فرضوں کے برابر درجہ رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ میں عبادت کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے' خصوصاً عشرہ اخیر میں! حدیث شریف میں آتا ہے:

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مہینہ اول عشرہ اس کا رحمت ہے' درمیان اس کا مغفرت اور آخری عشرہ آگ سے آزادی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

"جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ داخل ہوتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لنگی خوب مضبوطی سے باندھ لیتے اور اپنے گھر والوں کو عبادت کے لئے جگاتے۔"

یعنی ازواج کے پاس جانے سے پرہیز فرماتے اور رات کو بھی متوجہ الی اللہ رہتے۔ نیز آخری عشرہ رمضان میں آپ اعتکاف فرماتے۔ اعتکاف کے معنی ہیں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر اپنے مولیٰ کی رضا کے لئے بہ نیت اعتکاف مسجد کے کونہ میں بیٹھ جانا۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(۱) واجب' (۲) سنت اور (۳) نفل۔

واجب اعتکاف یہ ہے کہ اپنے اوپر لازم کرلے کہ اگر مولیٰ تعالیٰ میرا فلاں کام کردیں تو اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا' یہ اعتکاف واجب اور لازم ہوگیا' اب جتنے دنوں کی اس نے منت مانی تھی' اتنے دنوں کا اعتکاف اس کے ذمہ پورا کرنا ضروری ہے۔

دوسرا سنت اعتکاف جو رمضان المبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی۔

تیسرا نفل اعتکاف' جس کے لئے نہ تو کوئی وقت مقرر ہے اور نہ کوئی دن مقرر ہے' جتنے دن کا چاہے اور جتنی دیر کا چاہے اعتکاف کرسکتا ہے' یہ اعتکاف پانچ دس منٹ کا بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً جب بھی مسجد میں آیا نیت کرلی کہ جب تک مسجد میں رہوں گا اعتکاف سے رہوں گا۔ اس کا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔ جتنا زمانہ نماز' ذکر' تلاوت میں مشغول رہے گا' اعتکاف کا بھی ثواب ملتا رہے گا۔

اعتکاف کے بے شمار فضائل ہیں۔ اتنا ہی کیا کم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی کے در پر جا پڑے کہ جب تک میری درخواست قبول نہیں ہوتی ٹلنے کا نہیں:

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اس لئے جب کوئی شخص معتکف ہوتا ہے یعنی اللہ کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اس کے نوازا جانے میں کیا تامل ہوسکتا ہے؟ بس پڑ رہنے کی بات ہے۔

ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے:

پڑیئے! پڑ مر رہیئے ہر کے دوار
کبھی تو ہر پوچھے گا کون کھڑا دربار

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"اعتکاف کا مقصود اور اس کی روح دل کو اللہ کی پاک ذات سے وابستہ کرلینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہوجائے اور ساری مشغولیتوں کے بدلہ میں اس کی پاک ذات سے لو لگالے اور اس کے غیر سے منقطع ہو کر ہر قسم کے تفکرات و خیالات کی جگہ اس کا پاک ذکر اور اس کی محبت سما جائے۔"

نیز اعتکاف میں آدمی ہر وقت سوتے جاگتے عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ چل کر آتا ہے' میری رحمت اس کی طرف دو ہاتھ جاتی ہے اور جو میری طرف آہستہ آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ ہمیشہ اعتکاف کرنے کی رہی۔ جس سال وصال ہوا اس سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ چونکہ اکثر عادت شریفہ آخر عشرہ رمضان کے اعتکاف کی تھی' اس لئے علمأ نے آخر عشرہ کے اعتکاف کو سنت فرمایا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اعتکاف کی وجہ سے آدمی گناہوں سے محفوظ رہتا ہے' اور اس کے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کرنے والے کے لئے۔ اس حدیث میں اعتکاف کے دو فائدے ذکر فرمائے گئے' ایک تو یہ کہ معتکف ہر قسم کے گناہ سے محفوظ رہتا ہے۔ ورنہ بسا اوقات لغزش ہوجاتی ہے اور آدمی گناہ میں مبتلا ہوجاتا ہے' اور ایسے مبارک وقت گناہ میں ملوث ہونا کتنی بری چیز ہے لیکن معتکف اس سے بچ جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیسا کہ جنازہ کی شرکت' مریض کی عیادت وغیرہ ایسے امور ہیں کہ معتکف ان کو نہیں کرسکتا' لیکن بغیر کئے ان کا اجر ملتا رہتا ہے۔ سبحان اللہ' سبحان اللہ' اللہ اکبر' اس کی رحمت کا کیا ٹھکانا ہے اور بخشنے کے کیا کیا بہانے ہیں؟ مگر ہم لوگوں کو سرے سے اس کی قدر ہی نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مسجد نبوی (علیٰ صاحبہا الف الف سلام) میں اعتکاف فرما تھے۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام عرض کرکے بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ تم کو غمزدہ اور پریشان دیکھتا ہوں؟ اس نے عرض کیا کہ اے رسول اللہؐ کے چچا کے بیٹے! میں بے شک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگا کہ اس قبر والے کی عزت کی قسم! اس حق کے ادا کرنے سے میں قاصر ہوں (یعنی میں بہت مقروض ہوں' لوگ تنگ کرتے ہیں' آپ کی سفارش لینے کی غرض سے آیا ہوں) یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ جوتے پہن کر مسجد کے باہر تشریف لے آئے' اس شخص نے عرض کیا: شاید آپ بھول گئے؟ آپ کا تو اعتکاف تھا۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ: بھولا نہیں! بلکہ اس قبر والے صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور ابھی کچھ زیادہ زمانہ نہیں گزرا (یہ الفاظ کہتے ہی ابن عباسؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے) کہ حضورؐ نے فرمایا تھا: جو آدمی اپنے بھائی کے کام کے لئے چلے پھرے اور کوشش کرے' اس کی یہ خدمت دس برس کے اعتکاف سے زیادہ افضل ہے اور جو شخص اللہ کی رضا کے لئے ایک دن کا اعتکاف کرے' اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین بڑی خندقیں کھود دیتے ہیں' جن کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ ہے اور جب ایک دن کے اعتکاف کی اتنی فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا مقدار ہوگی؟

اس حدیث سے دو چیزوں کا پتہ چلتا ہے: اول یہ کہ ایک دن کا اعتکاف کرنے سے اتنا ثواب ملتا ہے' دوسری چیز مسلمانوں کی حاجت روائی کہ اسے دس برس کے اعتکاف سے بھی افضل ارشاد فرمایا۔ اسی وجہ سے ابن عباسؓ نے اپنے اعتکاف کی پرواہ نہ کی اور اس کے ساتھ سفارشی بن کر تشریف لے گئے۔

علامہ شعرانیؒ نے کشف الغمہ میں ارشاد نبویؐ نقل کیا ہے کہ جو شخص آخر عشرہ کا اعتکاف کرتا ہے اس کو دو حج و عمرہ کا ثواب ملتا ہے اور جو شخص مغرب سے عشاء تک مسجد میں معتکف رہا' اس وقت میں اس نے سوائے ذکر' نماز' تلاوت قرآن پاک کے اور کوئی بات نہ کی' حق تعالیٰ اس کے لئے جنت میں محل بناتے ہیں۔

مسائل اعتکاف:

اعتکاف کے لئے تین چیزیں شرط ہیں:

(۱) مسجد میں ٹھہرنا خواہ اس مسجد میں پانچ وقتی نماز ہوتی ہو یا نہ ہو۔

(۲) بہ نیت اعتکاف ٹھہرنا' بے قصد و ارادہ ٹھہرنے کو اعتکاف نہیں کہتے۔

(۳) جنابت سے پاک ہونا' نیز عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

سب سے افضل اعتکاف وہ ہے جو کہ مسجد الحرام (کعبۃ اللہ شریف) میں کیا جائے۔ دوسرا درجہ مسجد نبوی کا ہے' اس کے بعد بیت المقدس کا' اس کے بعد اس جامع مسجد کا جس میں جماعت پنجگانہ ہو' اس کے بعد محلہ کی مسجد جس میں جماعت ہوتی ہو۔ عورت کو اپنے گھر کی مسجد میں (یعنی جو جگہ نماز کے لئے گھر میں مخصوص ہو اس میں) اعتکاف کرنا چاہئے۔

عورتوں کا اعتکاف بہ نسبت مردوں کے زیادہ آسان ہے' وہ گھر میں بیٹھے بیٹھے ہی نیکیاں سمیٹ سکتی ہیں اور ضروری بات بھی کرسکتی ہیں' اور گھر کا کاروبار لڑکیوں وغیرہ سے کراسکتی ہیں اور انہیں تو گویا مفت کا ثواب ملتا ہے۔

معتکف کو سوائے عذر شرعی کے مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔ قضاء حاجت کے لئے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے' اگر بلاوجہ نکلے گا تو اعتکاف سنت اور اعتکاف واجب ٹوٹ جائے گا' نیز معتکف پر بہت سی چیزیں حرام ہیں جن کی تفصیل علمأ کرام سے پوچھ لینی چاہئے۔

آخر عشرہ کی تخصیص اعتکاف میں شب قدر کی تلاش کی وجہ سے ہے کیونکہ لیلۃ القدر اکثر روایات کے بموجب آخر عشرہ میں ہے' اس کی نسبت قرآن شریف میں وارد ہوا ہے کہ وہ ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے' ہزار مہینہ کے اسی برس چار ماہ ہوتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس رات کو پائیں اور ساری رات عبادت میں گزار دیں۔ جو شخص

اس ایک رات کو عبادت میں گزار دے گویا اس نے اسی برس اور چار ماہ سے زیادہ عبادت میں گزار دیے اور اس زیادتی سے بھی نہ جانے کتنی زیادتی مراد ہے کہ ہزار مہینہ سے اور کتنی زیادتی ہو قدر دانوں کے لئے حقیقتاً یہ اللہ تعالیٰ کی بے بہا نعمت ہے۔

درمنثور میں منقول ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب قدر حق تعالیٰ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے‘ پہلی امتوں کو نہیں ملی۔

اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا؟ بعض احادیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت بہت ہوئی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں‘ اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے تھے۔ اس پر اللہ کے لاڈلے رسول کو رنج و غم ہوا‘ اس پر اللہ رب العزت نے یہ رات عنایت فرمادی کہ جو اس ایک رات میں عبادت کرے گا گویا اس نے ہزار ماہ سے زیادہ عبادت کی۔ اگر کوئی خوش نصیب دس راتیں پالے تو گویا اس نے آٹھ سو تینتیس برس چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ عبادت میں گزار دیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا: حضرت ایوبؑ حضرت زکریاؑ‘ حضرت حزقیلؑ‘ حضرت یوشعؑ (علیٰ نبینا وعلیہم السلام) کہ اسی اسی برس تک اللہ کی یاد میں مشغول رہے اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ سے روگردانی نہیں۔ اس پر صحابہ کرامؓ کو حیرت ہوئی کہ ہم پھر کب ان حضرات کی برابری کرسکتے ہیں۔ تو حضرت جبرائیلؑ حاضر خدمت ہوئے اور سورۃ القدر سنائی۔ اس سلسلہ میں اور روایات بھی موجود ہیں۔

کس قدر قابل رشک ہیں وہ لوگ جن سے شب قدر کی عبادت بھی فوت نہیں ہوئی۔ البتہ اس رات کے تعین میں علماءِ امت کے درمیان بہت کچھ اختلاف ہے‘ بس مختصر یہ کہ رمضان المبارک میں ہے اور بعض احادیث میں آخر عشرہ کی طاق راتوں میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

مثلاً اکیسویں‘ تیئیسویں‘ پچیسویں‘ ستائیسویں‘ انتیسویں‘ بہتر یہ ہے کہ اخیر عشرہ پورے کا پورا اس کی تلاش میں گزار دیا جائے۔ بعض روایات میں ستائیسویں کی طرف راجح اشارہ ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ کھڑا رہا۔ اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں‘ کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے یا کسی اور عبادت میں مشغول رہے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک ایسا مہینہ آیا ہے کہ اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے۔ جو اس رات سے محروم رہ گیا وہ ساری خیر سے محروم رہ گیا۔ اور اس کی بھلائی سے وہی محروم رہتا ہے جو کہ حقیقی محروم ہو۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو حضرت جبرائیلؑ ملائکہ کی جماعت کو لے کر زمین پر اترتے ہیں اور اس شخص کے لئے جو کھڑا ہوا یا بیٹھا اللہ کا ذکر کررہا ہے‘ عبادت میں مشغول ہے‘ دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ رب العزت لیلۃ القدر میں دنیا کے آسمان پر تشریف فرما ہوتے ہیں‘ یعنی تجلی فرماتے ہیں اور ندا دی جاتی ہے کہ ہے کوئی گناہ بخشوانے والا! کہ ہم اس کے گناہ بخش دیں‘ ہے کوئی رزق چاہنے والا! کہ اس کو رزق دے دیں‘ ہے کوئی اولاد کا طالب! اس کی مراد پوری کردیں‘ غرض اسی طرح فجر تک ندائیں دی جاتی ہیں‘ خود قرآن پاک میں سورۂ قدر میں اس طرف اشارہ ہے‘ اس لئے اس رات کو غنیمت جاننا چاہیے۔

بلکہ اس عشرۂ مبارکہ میں باقی ایام سے زیادہ محنت کرنی چاہیے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کام کرنا یعنی اس کام کی نقل اتارنا بھی ہمارے لئے سرمایہ سعادت اور نجات کا باعث ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں:

اگر تو ان میں سے نہیں تو ان کی شکل ہی بنالے کیونکہ بزرگوں کی نقل بھی کامیابی ہے‘ پس سمجھ لو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے محبوب ہیں‘ تو حضور کی مشاکلت اور مشابہت بھی اللہ کو محبوب ہوگی‘ دیکھئے! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جب ساحروں سے مقابلہ ہوا اور وہ ایمان لائے‘ فرعون ایمان نہ لایا تو سیدنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے حق تعالیٰ سے دریافت کیا کہ: اس کی کیا وجہ ہے کہ ساحر تو دولت ایمان سے نوازے گئے اور فرعون محروم رہا‘ حالانکہ میں تو فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا؟

جواب ارشاد ہوا کہ: یہ ساحر آپ کے مقابلے میں آئے تھے تو آپ کی وضع بنا کر آئے تھے‘ جس طرح کا لباس آپ نے پہنا ہوا تھا اسی لباس میں یہ لوگ آئے تھے‘ ہماری رحمت نے گوارا نہ کیا کہ جو شخص میرے محبوب کی شکل بنا کر آئے وہ محروم واپس جائے۔ اس لئے ان کو ہدایت ہوگئی‘ حدیث شریف میں ہے:

”جو کسی قوم کی شکل بنائے وہ ان میں شمار ہوگا“

جو نیکوں کی صورت بنائے وہ ان میں شمار ہوگا اور جو بروں کی صورت بنائے وہ ان میں شمار ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں اور بھی تصریح آتی

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اگر رونا نہیں آتا تو رونے والی شکل ہی بنالے۔"

عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کسی بہروپیہ کے دھوکہ میں نہ آتے تھے' ایک دفعہ آپ نے ایک بہروپیہ سے کہا کہ اگر تم مجھ کو دھوکہ دے سکو تو اتنی اشرفیاں انعام میں دوں گا' بہروپیہ ایک پہاڑ پر جاکر بیٹھ گیا اور دو تین چیلے چھوڑ دیئے' جو کہ اس کی بزرگی کی شہرت کریں' ایک دو ماہ میں خوب مشہور ہوگیا۔ اسی زمانہ میں عالمگیر کو ایک جنگ کی مہم پیش آئی۔ جس کا راستہ اسی پہاڑی کی طرف سے تھا۔ عالمگیر کا معمول تھا کہ سفر میں جس قدر اولیاء' وصلحاء میسر ہوتے سب کی زیارت کرتا۔ چنانچہ جب عالمگیر اس پہاڑ کے قریب پہنچے تو پہلے وزیر کو بھیجا کہ بزرگ کو اطلاع دو اور اجازت حاصل کرو۔ وزیر گیا تو بہروپیہ نے اس سے بہت حکمت وموعظت کی باتیں کیں' چنانچہ وزیر بڑا معتقد ہوا کہ حضور یہ سب سے افضل بزرگ ہیں' بہت حکیمانہ گفتگو فرماتے ہیں۔ اب تو عالمگیر کو اور بھی اشتیاق ہوا' گئے اور ملے' اور بہروپیہ نے بادشاہ کو حکمت وموعظت کے ساتھ نصیحت کرنا شروع کردیا۔ بادشاہ پر اس قدر اثر ہوا کہ زاروقطار رونے لگے۔ چلتے ہوئے بڑی مقدار کا نذرانہ پیش کیا' بہروپیہ نے اس پر لات ماردی اور کہا کہ اس کی مجھے کیا ضرورت ہے؟ اس کو چھوڑ کر تو میں یہاں آیا ہوں' آپ پھر مجھے دنیا میں ڈالنا چاہتے ہیں' فقیر کو دنیا سے کیا واسطہ؟ عالمگیر لاجواب ہوئے' اور اپنی اشرفیاں لے کر واپس ہوگئے' جب وزیر اور بادشاہ پہاڑ سے اترے تو بہروپیہ بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ یہ دونوں اس کی بہت تعریف کررہے تھے کہ واقعی بڑے بزرگ ہیں' بزرگ ہو تو ایسا ہو! بڑے کامل ہیں' واصل ہیں' کیسی حکمت کی باتیں کیں' بہروپیہ پیچھے پیچھے سب سنتا جارہا تھا اور خاموش تھا' جب عالمگیر لشکر میں پہنچے تو بہروپیہ نے جھک کر سلام کیا اب عالمگیر کو معلوم ہوا کہ یہ بہروپیہ بزرگ بنا ہوا ہے' سخت حیران ہوئے کہ واقعی تم نے بہت بڑا دھوکہ دیا اور معمولی انعام عطا فرمایا۔ اس نے پھر سلام کیا اور بہت دعائیں دیں' اس وقت عالمگیر نے پوچھا کہ جب میں تم کو بہت سی رقم نذرانہ میں پیش کررہا تھا تو تم نے اس پر لات ماردی' اگر لے لیتے تو میں حقیقت معلوم ہوجانے پر بھی وہ تم سے واپس نہ لیتا' اس کی کیا وجہ ہے کہ تم اس وقت معمولی انعام پر بھی خوش ہو؟ بہروپیے نے کہا: حضور! اگر میں اس وقت لے لیتا تو یقیناً آپ واپس نہ لیتے مگر نقل غلط ہوجاتی' اس کا مقتضا یہی تھا کہ دنیا پر لات ماردوں' اور اب جو کچھ ملا ہے یہ میرے فن کا صلہ ہے' میں اسی میں خوش ہوں۔

ذرا غور کیجئے! ہم اس بہروپیہ سے بھی گئے گزرے ہیں کہ وہ تو مصنوعی نقل کی اس قدر رعایت کرتا ہے اور ہمیں چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل ہر کام میں کی جائے۔

لیلۃ القدر کی بہت قدر کرنی چاہئے' اور اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ سارے رمضان میں لیلۃ القدر تلاش کرو' اب تو دن ہی تھوڑے رہ گئے ہیں' ان ایام کو غنیمت جان کر ان میں اپنے گناہوں کی معافی چاہنا اور ان کی راتوں کو اللہ کے دربار میں کھڑے ہوکر گزار دینا چاہئے۔ گناہگار اللہ کے دربار میں آکر جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور معافی چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرمادیتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر میں لیلۃ القدر کو پالوں تو اس میں کیا کروں؟ فرمایا یہ دعا کرو:

"اللھم انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنی۔"

لیلۃ القدر کی بعض علامات ہیں مثلاً رقت کا آنا' دعاؤں میں دل لگنا' ذکر کو دل چاہنا وغیرہ وغیرہ۔

جہاں تک ہوسکے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بالخصوص بہت زیادہ عبادت کرنی چاہئے۔ نہ جانے پھر نصیب ہو یا نہ ہو' کتنے بھائی ایسے ہوں گے جنہوں نے گزشتہ رمضان کے روزے ہمارے ساتھ رکھے' ہمارے ساتھ تراویح پڑھیں لیکن اس رمضان کے آنے سے قبل ہی وہ قبروں میں جاپہنچے۔ اب بھی بہت لوگ ایسے ہوں گے جو اگلے سال اس دنیا میں نہیں ہوں گے' اس لئے وقت کو غنیمت جان کر جتنی بھی اللہ سے معافی چاہی جائے اور اپنے گناہوں کو یاد کرکے جتنا رویا جائے' کم ہے' وہ تو دینے کو تیار بیٹھے ہیں' کوئی مانگے بھی:

"جلوہ طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں"

دینی مدارس کی قابل تقلید مثال

دینی مدارس میں تعلیمی سال کا آغاز دس شوال سے ہوتا ہے۔ ماہ رجب میں وفاق المدارس کے تحت امتحانات کے بعد شعبان اور رمضان میں دس شوال تک چھٹیاں ہوتی ہیں۔ بعض مدارس ان تعطیلات کو کارآمد بنانے کے لئے خصوصی کلاسوں کا انتظام کرتے ہیں۔ اس عرصے میں طلبا کے لئے دورۂ تفسیر القرآن، دورۂ صرف ونحو، ختم نبوت کورس کے علاوہ انگریزی زبان اور صحافت کے خصوصی کورس کرائے جاتے ہیں۔ بیس سے چالیس روز کے ان کورسز کے اختتام پر طلبا کو کتب اور نقد وظائف دیئے جاتے ہیں۔ اس کی ایک مثال عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ کے زیر اہتمام گزشتہ پینتیس برسوں سے کرایا جانے والا ختم نبوت کورس ہے۔ اس سال کورس میں شریک ہونے والے طلبا کی تعداد ساڑھے نوسو سے زائد ہے، جو ملک بھر سے آئے ہوئے ہیں۔ ان کورسز کے اہتمام سے اول تو یہ تاثر پوری طرح ختم ہوجانا چاہئے کہ دینی مدارس دہشت گردی کی تربیت کے مراکز ہیں۔ دوم یہ کہ تعطیلات کا یہ استعمال عام اسکولوں اور کالجوں کے لئے بھی قابل تقلید مثال ہے، جن کے طلبا اپنے اس وقت کا بیشتر حصہ فضول سرگرمیوں اور سیر وتفریح میں ضائع کردیتے ہیں۔

غزوۂ بدر کے چند معجزات!

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
انتخاب: حافظ محمد سعید لدھیانوی

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے لئے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک زرہ ہدیہ کی جو "ذات الفضول" کہلاتی تھی، یہ زرہ مدت العمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہی۔ یہی زرہ تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے کچھ عرصہ قبل ابوشحم یہودی کے پاس تیس صاع جو کے عوض رہن رکھی تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرض ادا کرکے یہ زرہ واگزار کرائی۔

غزوۂ بدر کے لئے جاتے ہوئے دوران سفر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الروحاء سے چلے اور الصفراء کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی کہ مشرکین مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لئے مکہ سے پوری تیاری کرکے نکل کھڑے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین سے مشورہ لیا کہ کیا (بایں بے سروسامانی) مشرکین کے مقابلے میں آنا مناسب ہوگا؟ اس پر حضرت مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہ نے بہت عمدہ جواب دیا:

"یارسول اللہ! اللہ کی قسم! ہم ایسے نہیں کہ ہم آپ سے وہ بات کہیں جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہی تھی کہ: "آپ جائیں اور آپ کا رب، تم دونوں جاکر لڑو، ہم تو یہیں بیٹھیں گے" بلکہ ہم کہتے ہیں کہ: آپ چلیں اور آپ کا رب، تم لڑو، ہم بھی آپ کے ساتھ ہوکر لڑیں گے، اور ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑیں گے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور چمک اٹھا۔ اسی انداز کا جواب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی دیا۔ بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے مشورہ لیا، حضرت سعد بن معاذ الاشہلی رضی اللہ عنہ نے انصار کی نمائندگی کرتے ہوئے عرض کیا:

"ہم آپ پر ایمان لائے ہیں، اور آپ کی (نبوت و رسالت کی) تصدیق کی ہے، اور اس امر کی شہادت دی ہے کہ آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے، اور آپ سے سمع وطاعت بجالانے کا عہد کیا ہے، یارسول اللہ! آپ کا جو ارادہ ہو، کرگزریئے، ہم ہر حال میں آپ کا ساتھ دیں گے، اس ذات پاک کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ کھڑا کیا ہے، اگر آپ ہمیں لے کر اس سمندر میں کود جانے کا ارادہ فرمائیں تو ہم تامل نہیں کریں گے، اور ہم میں سے ایک فرد بھی آپ سے پیچھے نہیں رہے گا، اور ہم جنگ کے آزمودہ کار اور مقابلے میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنے کے خوگر ہیں، اور اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے ذریعے وہ منظر دکھائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی، بس ہمیں اللہ کی برکت کے ساتھ لے چلئے۔"

حضرت سعدؓ کی تقریر جب یہاں تک پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے حد مسرور ہوئے، اور غزوۂ بدر کے ارادے سے چل پڑے۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا تقریر اس وقت کی تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حدیبیہ کے لئے جارہے تھے، اور ان دونوں اقوال کو یوں جمع کیا گیا ہے کہ اسی مضمون کی تقریر دونوں موقعوں پر ہوئی ہوگی۔

غزوۂ بدر سے دو تین دن پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قتل گاہوں کی نشاندہی فرمائی، ایک ایک جگہ کی طرف اشارہ کرکے فرماتے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں۔ چنانچہ جس جس جگہ ہاتھ رکھ کر اشارہ فرمایا تھا، کفار ٹھیک اسی اسی جگہ مقتول پڑے تھے، ان میں سے ایک کافر بھی اِدھر اُدھر نہیں تھا، اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ تھا

غزوۂ بدر سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمہ محترمہ حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے غزوۂ بدر سے تین چار دن پہلے یہ خواب دیکھا کہ کفارِ مکہ ذلیل وخوار ہیں، ان کے گھر ویران ہیں، اور وہ میدانِ جنگ میں مقتول پڑے ہیں۔ چنانچہ اس کی تعبیر تین چار دن بعد اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر میں ظاہر فرمادی، اس خواب کی تفصیل حافظ ابن کثیرؒ کی "البدایہ والنہایہ" میں مذکور ہے، یہاں اختصار کی بنا پر ترک کردی گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر تین سو سے زائد تھا، اور لشکرِ کفار ایک ہزار جنگی سورماؤں پر مشتمل تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی:

"اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْ لِیْ مَا وَعَدْتَنِیْ، اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِکْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ لَمْ تُعْبَدْ اَبَدًا."

ترجمہ:..."اے اللہ! جس (فتح ونصرت) کا وعدہ آپ نے مجھ سے کر رکھا ہے، آج اسے پورا کردے، اے اللہ! اگر یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوگئی تو آج کے بعد کبھی تیری پرستش نہیں کی جائے گی۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ساری رات) اپنے رَبّ سے دُعا اور فریاد کرتے رہے، یہاں تک کہ ردائے مبارک بار بار کندھوں سے گر گر جاتی تھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! بس کیجئے، آپ نے اپنے رَبّ سے بہت عہد معاہدہ کرلیا، وہ آپ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرکے رہیں گے۔" اس پر اللہ رَبّ العزت نے یہ آیت نازل فرمائی:

"سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ."

(القمر:۴۵)

ترجمہ:..."عنقریب شکست کھائیں گے یہ لوگ اور پشت پھیر کر بھاگیں گے۔"

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوشی میں اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے (اپنے عریش) سے باہر تشریف لائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی ایک مٹھی اُٹھائی اور تین بار فرمایا: "شَاهَتِ الْوُجُوْهُ" (کفار کے چہرے بگڑ جائیں)، پھر اسے کافروں کی طرف پھینکا، جس سے ان کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی، اور حق تعالیٰ کی جانب سے نصرت وفتح نازل ہوئی، اسی کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی."

(الانفال:۱۷)

ترجمہ:..."پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ (درحقیقت) اللہ نے ان کو قتل کیا، اور آپ نے (وہ مٹھی) نہیں پھینکی جبکہ آپ نے پھینکی، بلکہ دراصل وہ اللہ نے پھینکی۔"

غزوۂ بدر میں کفار کی مدد کے لئے سراقہ بن مالک مدلجی کی صورت میں اِبلیس لعین، شیاطین کا لشکر اِنسانی شکل میں لے کر آیا اور ان سے کہا: "آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور میں تمہارا حمایتی ہوں" مگر جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور دونوں فریق جنگ میں مصروف ہوئے اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لئے فرشتوں کو بکثرت اُترتے دیکھا تو اپنے لشکر سمیت اُلٹے پاؤں بھاگا، اور جب ایک مشرک نے اس سے کہا: "سراقہ! تو تو کہتا تھا کہ میں تمہارا حمایتی ہوں، اب ہمیں چھوڑ کر بھاگ رہا ہے؟" تو اِبلیس نے کہا: "میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، یعنی فرشتوں کو آسمان سے اُترتے دیکھ رہا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں، واقعی اللہ تعالیٰ سزا دینے والا ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لئے آسمان سے فرشتے نازل ہوئے، چنانچہ پہلے ایک ہزار فرشتے نازل ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُرْدِفِیْنَ." (الانفال:۹)

ترجمہ:..."میں تمہاری مدد کروں گا ایک ہزار فرشتوں سے جو پرا باندھ کر آئیں گے۔"

بعد ازاں دو ہزار اور آئے، پس کل تعداد تین ہزار ہوگئی، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: "تمہاری مدد کرے گا تین ہزار فرشتوں سے جو آسمان سے نازل کئے جائیں گے۔" اس کے بعد دو ہزار اور آئے، اب ان کی تعداد پانچ ہزار ہوگئی، چنانچہ ارشاد ہے: "تمہاری مدد کرے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جن پر خاص نشان ہوں گے۔"

غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ حضرت عکاشہ بن محصن اسدی کی تلوار ٹوٹ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِطلاع دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی شاخ مرحمت فرمائی اور فرمایا: "اس سے لڑو!" جب حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے اس کو لیا تو ان کے ہاتھ میں آتے ہی تلوار بن گئی، اور غزوۂ بدر کے ختم ہونے تک اس تلوار سے خوب لڑائی کی، اس کے بعد دیگر غزوات میں وہ اسی تلوار کے ساتھ قتال وجہاد کرتے تھے اور یہ تلوار ان کے اِنتقال تک ان کے پاس رہی۔

غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ حضرت سلمہ بن حریس رضی اللہ عنہ اسی دن اسلام لائے اور وہ غیر مسلح تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "ابن طاب" نامی کھجور کی ایک شاخ دے کر فرمایا: "اس کے ساتھ لڑو!" یہ ان کے ہاتھ

میں آتے ہی بہترین تلوار بن گئی اور یہ ان کے شہید ہونے تک ان کے پاس رہی، وہ ۱۴ھ میں ''جسر ابی عبید'' کے معرکے میں شہید ہوئے۔

غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ اس دن زخمی ہوگئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دستِ مبارک پھیرا، جس سے وہ اسی وقت ٹھیک ہوگئی۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ جنگِ اُحد کا واقعہ ہے۔

غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ جنگِ بدر میں معاذ بن عفراء یا مُعَوِّذ بن عفراء (مؤخر الذکر زیادہ راجح ہے) کا ہاتھ کٹ گیا تھا، وہ کٹا ہوا ہاتھ اُٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعابِ دہن لگا کر ہاتھ کو اس کی جگہ چپکا دیا، چنانچہ وہ پہلے کی طرح ٹھیک ہوگیا۔

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تو ٹھیک اسی وقت یہ خبر آئی کہ رُومی، اہلِ فارس پر غالب آگئے ہیں، اس سے مسلمانوں کو فرحت پر فرحت ہوئی، ایک غزوۂ بدر میں فتح یابی کی مسرّت، اور دُوسرے رُومیوں کے اہلِ فارس پر غالب آنے کی مسرّت۔ حق تعالیٰ نے مسلمانوں سے اس کا وعدہ پہلے ہی کر رکھا تھا، چنانچہ ارشاد تھا:

''الٓمّٓ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ۔ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ۔'' (الروم:۱-۴)

ترجمہ:... الٓمّٓ، اہلِ رُوم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہوگئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے لے کر نو سال تک کے اندر اندر غالب آجائیں گے۔'' (بیان القرآن)

غزوۂ بدر کے ایام میں ابوجندل بن سہیل بن عمرو کے بھائی عبداللہ بن سہیل بن عمرو القرشی العامری، مشرکین کی صف سے نکل کر مسلمانوں کی صف میں آملے اور مسلمان ہوگئے، یہ غزوۂ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔

غزوۂ بدر میں حضرت یزید بن اخنس سلمی، ان کے صاحبزادے معن بن یزید اور ان کے والد اخنس بن حباب بن حبیب رضی اللہ عنہم تینوں شریک ہوئے، ان کے علاوہ صحابہؓ میں کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جس کی تین پیڑھیاں جنگِ بدر میں شریک ہوئی ہوں۔

غزوۂ بدر سے دو تین دن پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قتل گاہوں کی نشاندہی فرمائی، ایک ایک جگہ کی طرف اشارہ کرکے فرماتے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں۔ چنانچہ جس جس جگہ ہاتھ رکھ کر اشارہ فرمایا تھا، کفار ٹھیک اسی جگہ مقتول پڑے تھے، ان میں سے ایک کافر بھی اِدھر اُدھر نہیں تھا، اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ تھا۔

غزوۂ بدر میں اس اُمت کا فرعون ابوجہل بن ہشام... خذلہ اللہ... قتل ہوا، جسے معاذ ومُعوّذ پسرانِ عفراء نے معاذ بن عمرو بن جموح کی شرکت سے قتل کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دیکھ کر آؤ کہ ابوجہل کا کیا بنا؟'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ ابھی اس میں کچھ رمق باقی ہے، اس کے سینے پر چڑھ گئے اور تلوار سے اس کا سر کاٹ لائے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر حق تعالیٰ کی حمد بجالائے اور سجدۂ شکر ادا فرمایا۔

غزوۂ بدر میں مشرکین کے ستر برآوردہ افراد کام آئے، مثلاً: اُمیہ بن خلف، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ، ولید بن عتبہ، طعیمہ بن عدی، یہ مطعم بن عدی کا بھائی تھا، زمعہ بن اسود، اس کے دو بھائی حارث اور عُقیل پسرانِ اسود، ابوالبختری، نبیہ اور منبہ پسرانِ حجاج، اسود بن عبدالاسود مخزومی، یہ جنگِ بدر میں سب سے پہلا مشرک تھا جو قتل ہوا، وغیرہم۔

غزوۂ بدر میں یہ معجزہ ہوا کہ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا، جس سے آنکھ ضائع ہوگئی اور رُخسار پر بہنے لگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعابِ دہن لگایا، وہ ایسی ٹھیک ہوئی کہ دونوں آنکھوں کے درمیان یہ امتیاز نہیں ہوسکتا تھا کہ کون سی زخمی ہوئی تھی۔

غزوۂ بدر میں حضرت رفاعہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا، جس سے آنکھ پھوٹ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب لگایا اور دُعا فرمائی، وہ بالکل تندرست ہوگئی اور تکلیف کا کوئی نام و نشان نہ رہا۔

غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ جب حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو جنگِ بدر میں قید کیا گیا (یہ اس وقت کفارِ قریش کی صف میں تھے) اور قیدیوں سے فدیہ لینے کا فیصلہ ہوا تو حضرت عباسؓ نے عذر کیا کہ ان کے پاس (فدیہ ادا کرنے کے لئے) مال نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس سونے سے فدیہ ادا کردو جو تم نے جنگِ بدر کے لئے آنے سے قبل اپنی بیوی کے سامنے اپنے گھر میں دفن کیا تھا، اور اسے وصیت کی تھی کہ اگر مجھے اس سفر میں کچھ ہوجائے تو یہ مال میرے تین بیٹوں: فضل، عبداللہ اور قثم کا ہے۔'' یہ سن کر حضرت عباسؓ نے عرض کیا: آپ نے صحیح فرمایا، مجھے یقین ہوگیا ہے کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں، کیونکہ میرے اور میری بیوی اُمِ فضل کے علاوہ کسی کو اس قصے کی خبر نہیں تھی، (یقیناً آپ کی یہ اطلاع وحیٔ الٰہی پر مبنی ہے) چنانچہ یہی واقعہ ان کے اسلام کا سبب ہوا۔ (ماخوذ از عہدِ نبوت کے ماہ وسال)

مصارفِ زکوٰۃ

مفتی عبدالقیوم دین پوری

☆......مسلمان فقیر‘ مسکین جو کہ ہاشمی نہ ہو‘ اس کے پاس گزر اوقات کے لئے ضروریات زندگی‘ روٹی‘ مکان اور کپڑے کا انتظام تو ہو لیکن ضرورت کی حد تک نہ ہو اور اس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی مالیت کے بقدر سونا‘ نقد رقم‘ مال تجارت اور ضرورت سے زائد سامان نہ ہو۔

☆......قرض دار آدمی جس کے پاس قرض ادا کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔

☆......وہ نادار نومسلم جن کی دلجوئی کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔

☆......وہ مسافر جس کے پاس ضرورت پوری کرنے کی رقم نہیں اور نہ ہی ضرورت پوری کرنے کے لئے اپنے وطن سے رقم منگوانے کی کوئی صورت ہو۔

☆......غلام آزاد کرنے میں۔

☆......وہ مجاہد جو اپنے فقر و ناداری کی بنا پر جہاد سے رک گیا ہو‘ یا وہ حاجی جس کے اخراجات ختم ہوجانے یا ضائع ہوجانے کی بنا پر حج کر کے واپس نہ آ سکتا ہو‘ یا حج کے راستے ہی میں رک گیا ہو۔

☆......زکوٰۃ کے یہ مصارف ہیں‘ اس کے علاوہ کسی اور جگہ زکوٰۃ کی رقم لگانا درست نہیں۔

☆......کسی غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

☆......لہٰذا جن مدارس عربیہ یا جن اداروں‘ انجمنوں اور ٹرسٹوں کے پاس مذکورہ بالا مصارف میں زکوٰۃ‘ فطرہ و دیگر صدقات واجب خرچ کرنے کا انتظام اور اہتمام ہے‘ ان مدارس عربیہ یا اداروں اور انجمنوں میں زکوٰۃ کا جمع کرنا جائز ہوگا۔

☆......جن مدارس‘ اداروں‘ انجمنوں اور ٹرسٹوں کے پاس مذکورہ بالا مصارف میں زکوٰۃ ادا کرنے اور خرچ کرنے کا انتظام اور اہتمام نہیں ہے ان مدارس‘ اداروں اور انجمنوں میں زکوٰۃ‘ صدقہ فطر اور اسی طرح دوسرے صدقات واجبہ کا دینا جائز نہیں‘ اگر کسی نے ایسے اداروں میں زکوٰۃ دی تو اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

☆......زکوٰۃ مستحق اور نادار اشخاص و افراد کو اس کا مالک بنا دینے سے ادا ہوتی ہے۔

☆......اس لئے اسکول‘ کالج‘ ہسپتال‘ مساجد‘ پُل‘ سڑک کی تعمیر اور ان رفاہی کاموں میں جہاں پر شخصی تملیک نہیں ہوتی‘ زکوٰۃ دینا جائز نہیں‘ ایسی جگہ زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

☆......زکوٰۃ کی رقم سے مساجد کے ائمہ‘ ملازمین‘ مدارس کے اساتذہ و ملازمین‘ ہسپتالوں کے ڈاکٹر اور دیگر عملہ کی تنخواہ دینا بھی جائز نہیں۔

☆......مستحق مریضوں کو دواؤں‘ ڈاکٹری فیس وغیرہ کے لئے انہیں زکوٰۃ کی رقم بھی دی جاسکتی ہے اور زکوٰۃ کی مد میں دوائیاں بھی۔

☆......زکوٰۃ دینے والا زکوٰۃ کی رقم یا اشیاء اپنے اصول یعنی ماں‘ باپ‘ دادا‘ دادی‘ نانا‘ نانی اور اس سے اوپر والوں کو نہیں دے سکتا‘ اسی طرح اپنے فروع یعنی اولاد‘ اولاد کی اولاد اور اس سے نیچے والوں کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا‘ کیونکہ ان لوگوں کی کفالت‘ جب کہ وہ نادار ہوں‘ زکوٰۃ دینے والے پر واجب ہے اور جس کی کفالت واجب ہو‘ اس کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

☆......اپنے اصول و فروع کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے‘ مثلاً: چچا اور ان کی اولاد اور اس سے نیچے والوں کو‘ بھائی اور بھائی کی اولاد اور اس سے نیچے والوں کو‘ بہن اور اس کی اولاد اور اس سے نیچے والوں کو‘ خالہ اور اس کی اولاد اور اس سے نیچے والوں کو‘ پھوپھی اور اس کی اولاد اور اس سے نیچے والوں کو‘ ماموں اور اس کی اولاد اور اس سے نیچے والوں کو‘ غرض دیگر سب رشتہ داروں کو جب کہ وہ مستحق ہوں‘ زکوٰۃ دی جاسکتی ہے‘ بلکہ رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں اس لحاظ سے زیادہ ثواب ہے کیونکہ اس میں صلہ رحمی پائی جاتی ہے۔

☆......دین اور دینی علوم پڑھنے اور پڑھانے والے مستحق لوگوں کو زکوٰۃ و دیگر صدقات دینے کا سب سے زیادہ ثواب ہے‘ ایک تو مستحق و نادار ہونے کی بنا پر‘ دوسرے دین کی خدمت اور تبلیغ و اشاعت کی بنا پر اور تیسرے تعلیم و تعلم میں مشغول افراد پر خرچ کرنے سے صدقہ جاریہ کا ثواب ملتا ہے۔

☆......زکوٰۃ کی رقم ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ یا ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل کرنا بلاکراہت جائز ہے جبکہ دوسرے صوبہ یا دوسرے ملک کے مستحق افراد زیادہ ضرورت مند اور زیادہ محتاج ہوں‘ اس لئے بعض لوگ جو علی الاطلاق دوسرے صوبہ یا دوسرے ملک میں زکوٰۃ کی منتقلی کو مکروہ سمجھتے ہیں ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔

☆......دوسری عبادات میں جیسا کہ اپنی خوشی اور اختیار اور نیت عبادت و اخلاص کا ہونا لازمی ہے‘ زکوٰۃ میں بھی اپنے اختیار اور خوشی سے نیت عبادت کے ساتھ زکوٰۃ دینا واجب ہے‘ ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی‘ نہ ہی ثواب ملے گا۔☆☆

سانحہ مستونگ

مولانا زاہد الراشدی

کل جمعہ کی نماز کے بعد اس اچانک میسج نے قلب وجگر میں اضطراب اور بے چینی کی شدید لہر دوڑا دی کہ مستونگ میں مولانا عبد الغفور حیدری کے قافلہ پر خودکش حملہ ہوا ہے جس میں دو درجن سے زائد افراد شہید ہوگئے ہیں جبکہ مولانا موصوف اور بہت سے دیگر حضرات زخمی ہوئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عصر کے لگ بھگ نواحی قصبہ اروپ میں مسجد رحمۃ للعالمین کے سنگ بنیاد کی تقریب تھی اس میں تو شریک ہوگیا مگر رات کو شہر میں ہی ایک اور دینی تقریب میں شرکت کا وعدہ تھا، طبیعت پر حادثہ کے اثر اور غم کی وجہ سے وہاں جانے کا حوصلہ نہ کرسکا اور رات اسی بے چینی میں گزر گئی۔ صبح اخبارات کے ذریعہ تفصیلات معلوم ہوئیں تو مولانا فضل الرحمان کو واٹس ایپ پر ہمدردی اور تعزیت کا پیغام دینے کے بعد دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے قلم ہاتھ میں لیا ہے۔

اضاخیل پشاور کے ''صد سالہ عالمی اجتماع'' کے بعد سے اس بات کا خدشہ اور خطرہ مسلسل محسوس ہو رہا تھا کہ کچھ نہ کچھ ہوگا۔ صد سالہ اجتماع کی بھرپور کامیابی اور اس میں دیے جانے والے واضح پیغام نے دنیا کو ایک بار پھر بتا دیا ہے کہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کا قافلہ دینی وقومی تحریکات کے لئے عدم تشدد پر مبنی پُر امن جدوجہد کی پالیسی پر نہ صرف قائم ہے بلکہ آئندہ کے لئے اس نے اس کا تسلسل قائم رکھنے کا عزم تو بھی کرلیا ہے۔ اس لئے خیال تھا کہ تشدد کو اوڑھنا بچھونا بنانے والوں کے لئے اس کو ہضم کرنا مشکل ہوگا اور وہ اپنے غصے کا کہیں نہ کہیں اظہار ضرور کریں گے۔ پاکستان میں نفاذ شریعت کے لئے ہتھیار اٹھانے اور دستور وریاست کو چیلنج کرنے کی روش اختیار کرنے والوں سے ابتداء میں ہی یہ کہہ دیا گیا تھا کہ پاکستان دستوری طور پر ایک اسلامی ریاست ہے اس لئے اس ملک کی حدود کے اندر کسی بھی دینی یا قومی مقصد کے لئے پُر امن جدوجہد کا راستہ ترک کرنے اور ہتھیار اٹھانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے اور ملک کے جمہور علماء کرام کا متفقہ موقف یہی ہے۔ لیکن اسے خوف یا مصلحت پر محمول کر کے اسے تبدیل کرانے کی مختلف حوالوں سے کوششیں ہوتی رہیں۔ خود میں نے جب ایک ٹی وی چینل پر ایک سوال کے جواب میں کچھ عرصہ قبل یہ کہا کہ پاکستان کی حدود میں نفاذ شریعت یا کسی بھی دینی وقومی مقصد کے لئے ہتھیار اٹھانا درست نہیں ہے تو مجھے یہ پیغام دیا کہ خوف اور مصلحت سے بے نیاز ہوکر حق کی حمایت کریں۔ میں نے اس کے جواب میں دوٹوک عرض کیا کہ بحمد اللہ تعالیٰ زندگی میں کبھی خوف، لالچ یا مصلحت کی بنیاد پر کوئی موقف طے نہیں کیا اور اب بھی اسی بات کو درست کہہ رہا ہوں جسے پورے شرح صدر کے ساتھ شرعاً درست اور ضروری سمجھتا ہوں۔

اس دوران پاکستان کے جمہور علماء کے اجماعی موقف کے دوٹوک اظہار کی وجہ سے حضرت مولانا حسن جانؒ، حضرت مولانا معراج الدینؒ، حضرت مولانا نور محمدؒ اور ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ جیسی قیمتی جانیں دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ گئیں جبکہ مولانا فضل الرحمٰن ایک سے زائد بار وحشیانہ حملوں کا نشانہ بنے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بات مزید پختہ ہوتی چلی گئی کہ موقف وہی حق ہے جو پاکستان کے جمہور علماء نے اختیار کیا ہے اور جس کا اظہار اضاخیل کے عالمی

مولانا عبد الغفور حیدری پر حملہ ملک وملت پر حملہ ہے: مولانا عبد الحسیب ہنجل

بنوں (پ ر) گزشتہ روز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنوں کے ضلعی امیر مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی کی کال پر مولانا عبد الغفور حیدری اور شرکاء جلسہ پر مستونگ میں ہونے والے حملہ کے خلاف ضلعی دفتر ختم نبوت جدید ہنجل بنوں میں ایک اہم اجلاس منعقد ہوا جس میں نائب امیر مولانا شمس الحق حقانی، مولانا عبد الحسیب ہنجل، بنوں پریس کلب کے صدر عالم خان، مولانا مفتی عبد الغنی اشرفی ککی، محمد سلمان فارسی، سینئر صحافی حاجی عمر زمان خان، مہتمم جامعہ رابعہ بصریہ ہنجل ڈاکٹر محمد بشیر خان، حاجی سید ظہیر الدین ایڈوکیٹ، مفتی عصمت اللہ بنوی کے علاوہ دیگر علماء کرام شریک ہوئے۔ اجلاس کی صدارت مولانا مفتی شمس الحق حقانی اور ایجنڈا مولانا عبد الحسیب ہنجل نے پیش کیا۔ تمام اراکین اجلاس نے متفقہ طور پر قرارداد منظور کی مستونگ میں جمعیت علماء اسلام کے مرکزی جنرل سیکرٹری مولانا عبد الغفور حیدری پر ہونے والا حملہ ریاست پر حملہ ہے۔ حکومت پاکستان سے مطالبہ ہے کہ اس حملے میں ملوث تمام دہشت گردوں کو فوری طور پر گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور آئندہ کے لئے ایسا لائحہ عمل طے کیا جائے کہ جس میں ملک اور ملت کے امن پسند لوگ محفوظ ہوں۔

اجتماع میں ایک بار پھر کر دیا گیا ہے۔

کافی عرصہ قبل جب ان باتوں کی ابھی شروعات تھیں، راقم الحروف نے چند تحریروں میں یہ عرض کیا تھا کہ اب عالمی استعمار اور اسلام دشمن قوتوں کی حکمت عملی یہ ہوگی کہ جہاں جہاں بھی نفاذ شریعت کی جدوجہد کی فضا موجود ہے وہاں اشتعال انگیز کارروائیوں کے ذریعہ جذباتی عناصر کو سامنے لایا جائے اور ریاستی قوتوں کے ساتھ ٹکرا کر انہیں ختم کر دینے کی راہ ہموار کی جائے۔ اس موقع پر میں نے یہ مثال بھی ایسے عناصر کے سامنے رکھی تھی کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کارنامے پر "سیف اللہ" کا خطاب دیا تھا وہ کسی فوج کو شکست دینے یا کسی علاقے پر قبضہ کر لینے کا نہیں تھا بلکہ ایک لاکھ افراد پر مشتمل لشکر میں پھنسے ہوئے تین ہزار مسلمانوں کو وہاں سے نکال کر بحفاظت مدینہ منورہ واپس لے آنے کا تھا۔ حتیٰ کہ ان واپس آنے والوں کو مدینہ منورہ کے بہت سے حضرات کی طرف سے "انتم الفرارون" (تم بھگوڑے ہو) کا طعنہ بھی دیا گیا تھا۔ اس کے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تم بھگوڑے نہیں ہو بلکہ "کرارون" دوبارہ حملہ کرنے والے ہو۔

مگر جذباتیت اور سطحیت کے ماحول نے کسی کو ان باتوں پر سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا اور اس نے بتدریج دنیائے اسلام کے ایک بڑے حصے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ہم نے تو اس وقت یہ بات پاکستان کے تناظر میں عرض کی تھی مگر جب تشدد اور دہشت گردی کی اس نفسیات کا دائرہ مشرق وسطیٰ کے بہت سے ممالک میں پھیلنا شروع ہوا تو آہستہ آہستہ یہ بات واضح ہوتی چلی گئی کہ یہ سارا کھیل "یارلوگوں" کا رچایا ہوا تھا کہ جذباتی نوجوانوں کو اشتعال دلا کر سامنے لاؤ اور انہی کی ریاستی قوتوں کے ذریعہ ان کو کچل ڈالو اور اب تو یہ جال اس قدر وسیع اور پیچیدہ ہو چکا ہے کہ اگر کچھ لوگ اس سے نکلنا چاہیں تو ان کے لئے اس کا کوئی راستہ موجود نہیں رہا۔

اس پس منظر میں مولانا عبدالغفور حیدری کے قافلے پر اس وحشیانہ اور بزدلانہ حملہ کی ہم شدید مذمت کرتے ہیں۔ مولانا عبدالغفور حیدری ملک کی اعلیٰ ترین قیادت میں اہل دین کی نمائندگی جس تدبر، حوصلہ اور شرافت کے ساتھ کر رہے ہیں، وہ ملک وقوم اور حکومت وریاست کے ساتھ دینی حلقوں کی بے لچک کمٹمنٹ اور ایثار وقربانی کی علامت ہے اور خصوصاً جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے لئے اعزاز و افتخار کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ سانحہ جہاں مولانا حسن جانؒ، مولانا نور محمدؒ، مولانا معراج الدینؒ اور ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ کی جانوں کا نذرانہ وصول کرنے والوں اور مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا عبدالغفور حیدری کو وحشیانہ حملوں کا نشانہ بنانے والوں کے لئے پیغام ہے کہ اس طرح کی اوچھی حرکتوں سے اہل حق کو ان کے موقف سے ہٹایا نہیں جا سکتا وہاں اس میں ایک پیغام ان حلقوں کے لئے بھی ہے جنہوں نے ان قربانیوں کے باوجود میڈیا اور لابنگ کے تمام ذرائع ابلاغ اہل دین کی کردار کشی، مدارس کے خلاف منفی مہم اور سوسائٹی کو دینی روایات واقدار سے بیگانہ کرنے کے لئے مسلسل وقف کر رکھے ہیں۔ اور اس پیغام کو کم از کم الفاظ میں اس طرح تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ "شرم تم کو مگر نہیں آتی۔"

اللہ تعالیٰ شہداء کے درجات بلند سے بلند فرمائیں، زخمیوں کو صحت کاملہ وعاجلہ سے نوازیں اور مولانا عبدالغفور حیدری کو صحت و عافیت کے ساتھ قومی قیادت میں اپنا کردار ادا کرتے رہنے کی توفیق دیں، آمین یارب العالمین۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۱۷ مئی ۲۰۱۷ء)

مولانا زاہد الراشدی کی دفتر ختم نبوت ملتان آمد

ملتان (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی) پاکستان شریعت کونسل کے مرکزی جنرل سیکرٹری، نامور کالم نگار، جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ، مولانا صلاح الدین فاروقی، حافظ محمد معاویہ کی رفاقت میں ختم نبوت کے دفتر مرکزیہ تشریف لائے، ان حضرات کا قیام دوروز دفتر مرکزیہ ملتان میں رہا۔ مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ اور آپ کے رفقاء نے میزبانی کے فرائض سرانجام دیئے۔ مولانا زاہد الراشدی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ روزنامہ اسلام، اوصاف اور روزنامہ پاکستان کے کالم نگار، ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ کے چیف ایڈیٹر اور جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث ہیں۔ موصوف ہفت روزہ خدام الدین ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور میں لکھے گئے اپنے اداریوں اور کالموں کا عکس لیتے رہے۔ حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ سے ناموس رسالت اور دیگر اہم مسائل پر تبادلۂ خیال بھی فرماتے رہے۔ نبیرہ امیر شریعت جناب سید محمد کفیل بخاری بھی شریک رہے۔ مولانا صلاح الدین فاروقی کسی زمانہ میں آل پاکستان ختم نبوت چنیوٹ میں کی جانے والی تقاریر لکھتے رہے۔ انہوں نے بھی اپنی لکھی ہوئی تقاریر کے عکس لئے دوروز دفتر مرکزیہ ملتان بہت گہما گہمی رہی۔ مذکورہ بالا حضرات نے حضرت ناظم اعلیٰ صاحب دامت برکاتہم (مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری) سے ملاقات کی اور مرکزی لائبریری کا بھی معائنہ کیا۔ مجلس کی لائبریری اور دفتری نظم و نسق کی بھرپور تعریف کی۔ کوئٹہ سے واپسی کے بعد دودن بندہ کی بھی طبیعت ناساز رہی۔ مہمانوں کی خدمت میں کچھ زیادہ دیر نہ بیٹھ سکا۔ اللہ پاک میری اس کوتاہی سے درگزر فرمائیں۔

شکرِ نعمت... ایک بڑی عبادت

جس سے اکثر لوگ غافل ہیں

مولانا شمس الحق ندوی

نعمتِ ایمان:

اللہ تعالیٰ کے مومن بندے جنہوں نے اللہ کو اپنا کارساز حقیقی تسلیم کیا اور یہ مانا اور یقین کیا کہ ایک دن اس کے سامنے حاضر ہونا اور اپنے اچھے بُرے کا حساب دینا ہے، یہ دولت ایمان ان سارے انعاموں میں سب سے بڑا انعام ہے جو انسانوں کو عطا ہوئے ہیں، کیا اس عظیم انعام کا یہ تقاضا نہیں کہ بندۂ مومن سراپا شکر وسپاس بن کر اپنے آقا کے اشاروں پر چلے اور اس نعمت کی قدر کو پہچانے؟ اور شکر گزاری کی عبادت، اپنا شعار بنائے۔

فرقِ مراتب میں حکمتِ خداوندی:

رب کریم نے بندوں میں فرق مراتب رکھا، کسی کو مال ودولت دیا، کسی کو فقیر ومحتاج کیا، کسی کو صحیح سالم بنایا، کسی کو اندھا، لنگڑا اور اپاہج بنایا کہ دیکھیں مال والا مال کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے غریب وفقیر بندے کی مدد کرتا ہے کہ نہیں؟

امیر غریب کو دیکھ کر خدا کی دی ہوئی نعمت، مال پر شکر ادا کرتا ہے یا فقیروں اور غریبوں کو حقیر سمجھتا ہے، فقیر اپنی فقیری پر ماتم کرتا ہے یا اندھے اور لنگڑے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا اور شکر ادا کرتا ہے کہ میرے پاس مال نہیں، نہ سہی لیکن میں آنکھوں سے دیکھ تو سکتا ہوں، پاؤں سے چل تو سکتا ہوں کہ حصولِ رزق کے لئے ہاتھ پاؤں ماروں، یہ بے چارہ اندھا اور لنگڑا تو یہ بھی نہیں کرسکتا، پھر اس کی زبان سے بے اختیار نکلے کہ: "مالک! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھ کو چلنے اور دیکھنے کی نعمت سے نوازا ہے، تیرا یہ بندہ تو دیکھنے اور چلنے سے بھی معذور ہے۔"

واقعہ مشہور ہے کہ شیخ سعدیؒ کے پاس جوتا نہیں تھا، وہ جوتا خریدنے کے لئے نکلے تو ایک لنگڑے پر نظر پڑی تو وہ راستے سے ہی واپس آگئے اور خدا کا شکر ادا کیا کہ: "میرے مالک! میرے پاس جوتا نہیں، میں پاؤں سے چل تو سکتا ہوں، تیرے اس بندے کے پاس تو پاؤں ہی نہیں، وہ تو چلنے سے بھی معذور ہے، کوئی خطرہ ہو، مصیبت و پریشانی، بارش وطوفان آجائے تو بے چارہ بھاگ کر پناہ بھی نہیں لے سکتا، میرے آقا! تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ تو نے مجھ کو چلنے کے قابل بنایا۔"

ایسے ہی ایک انسان اندھا نہیں تھا، اندھا ہوگیا، لنگڑا نہیں تھا، لنگڑا ہوگیا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو نیک اولاد دے رکھی ہے، مال واسباب کی دولت سے نوازا ہے، کیا اس اندھے اور لنگڑے پر شکر واجب نہیں کہ مولیٰ! تو نے آنکھ لے لیا، پاؤں لے لیا، مگر مال واولاد دے رکھا ہے جو ہر طرح ہماری خدمت کرتے ہیں مالک تیرا شکر ہے، تیرے کتنے اندھے اور لنگڑے بندے ہیں جن کو سہارا دینے والا کوئی نہیں۔

اسی لئے حدیث شریف میں آتا ہے کہ دنیا کے معاملہ میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھو تاکہ جو نعمتیں حاصل ہیں ان پر شکر ادا کرو اور دین کے معاملہ میں اپنے سے اونچے والے کو دیکھو تاکہ عبادت اور فکر آخرت کا شوق پیدا ہو۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ ڈاکٹر عبدالحئی عارفی نے حضرت کو خط لکھا، خط میں اپنی کچھ پریشانیوں کا ذکر کیا اور دعا کی درخواست کی۔ حضرت تھانویؒ نے جواب میں تسلی دینے اور دعا وغیرہ کی بات لکھنے کے بجائے لکھا کہ: "تم نے خط میں اپنی پریشانیوں کا تو ذکر کیا، مگر یہ نہ ذکر کیا کہ تم پر اللہ تعالیٰ کے کیا کیا انعام ہیں، اس جواب کا پڑھنا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کی آنکھیں کھل گئیں اور شکر ادا کیا کہ میرے مولیٰ مجھ پر تیرے ایسے انعامات ہیں جو دوسروں پر نہیں۔"

خط کا مقصد یہ نہیں کہ دعا کی درخواست نہ کی جائے بلکہ یہ تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ شکوہ سے زیادہ شکر کی فکر کرو کہ راضی برضائے مولیٰ رہنا سب سے بڑی عبادت ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل صدقات میں روض کے حوالہ سے ایک حیرت انگیز واقعہ نقل فرمایا ہے جس کو پڑھ کر آنکھیں کھل جاتی ہیں اور سر ندامت سے جھک جاتا ہے کہ ہمارا ایمان وتوکل تو محض زبانی ہے۔

حضرت عتبہ غلام کہتے ہیں کہ میں بصرہ کے جنگل میں جا رہا تھا، وہاں کھیتی باڑی کرنے والوں کے خیمے لگے ہوئے تھے، ایک خیمہ میں ایک مجنونہ لڑکی تھی، میں نے اس کو سلام کیا، اس نے جواب نہ دیا بلکہ عشق خداوندی میں ڈوبے ہوئے چند اشعار پڑھے، میں نے اس کے کھیتوں کی طرف اشارہ

کر کے پوچھا یہ کھیتی کس کی ہے؟ کہنے لگی: اگر صحیح سالم رہی تو ہماری ہے۔

اس کے بعد میں دوسرے خیموں کی سیر کرتا رہا، اتنے میں بہت زوروں کی بارش شروع ہوگئی اور آسمان ایسا ٹوٹ کر برسا کہ کھیتیاں سب ڈوب کر برباد ہوگئیں، اس لڑکی کی کھیتی بھی برباد ہو چکی تھی، مجھے خیال ہوا کہ چل کر دیکھوں اس لڑکی پر کیا اثر ہے؟ میں پہنچا تو دیکھا وہ کھڑی کہہ رہی ہے: قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے اپنی خالص محبت کا کچھ حصہ میرے دل میں رکھ دیا ہے، میرا دل تجھ سے راضی رہنے میں بالکل پختہ ہے، پھر وہ میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی: دیکھو جی! اسی نے تو یہ کھیتی جمائی، اسی نے اس کو سیدھا کھڑا کیا، اسی نے اس میں بالیں لگائیں، اسی نے ان بالیوں میں غلہ پیدا کیا اور ہر طرح سے اس کی حفاظت فرمائی اور جب کاٹنے کا وقت آیا تو اسی نے اس کو ضائع کر دیا، یہ کہہ کر اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ یہ ساری مخلوق تیرے بندے ہیں اور ان سب کی روزی تیرے ذمہ ہے تو جو چاہے کر، مختارِ کل ہے، میں نے اس لڑکی سے پوچھا کہ کھیتی کی بربادی پر تجھے کس طرح صبر آ گیا؟ کہنے لگی: عتبہ! چپ رہو میرا مالک بڑا غنی ہے، بڑا قابل تعریف ہے۔ اس کی طرف سے ہمیشہ نئی روزی ملتی رہی، تمام تعریفیں اس پاک ذات کے لئے ہیں جو میرے ساتھ میری خواہش سے بہت زیادہ انعام فرماتا رہا، عتبہ کہتے ہیں کہ مجھے جب بھی اس کی حالت اور باتیں یاد آتی ہیں بے اختیار رونا آ جاتا ہے۔ (فضائل صدقات)

اسی طرح ایک اور حیرت انگیز واقعہ ایسی ہی ایک خدا رسیدہ باندی کا مذکورہ ہے جس کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی ہر نیک توفیق پر بہت ہی شکر گزار ہونا چاہئے۔

مشہور بزرگ حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بازار گیا، وہاں ایک باندی فروخت ہو رہی تھی جو دیوانی بتائی جاتی تھی، میں نے اس کو سات دینار میں خرید لیا اور اپنے گھر لے آیا، جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہ اٹھی، وضو کیا اور نماز شروع کر دی اور نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ روتے روتے اس کا دم نکلا جاتا تھا، نماز کے بعد اس نے مناجات شروع کی اور یہ کہنے لگی: اے میرے معبود! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم، مجھ پر رحم فرما، میں نے اس سے کہا: اس طرح نہ کہو، یوں کہو کہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم، یہ سن کر اس کو غصہ آ گیا اور کہنے لگی: قسم ہے اس ذات کی کہ اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں نہ کھڑا رکھتا، پھر اوندھے منہ گر گئی اور کچھ اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ: بے چینی بڑھتی جا رہی ہے اور دل جلا جا رہا ہے اور صبر جاتا رہا ہے اور آنسو بہہ رہے ہیں، اس شخص کو کس طرح قرار آ سکتا ہے جس کو عشق و شوق اور اضطراب سے چین ہی نہیں، اے اللہ! اگر کوئی خوشی کی چیز ہو تو اس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما، اس کے بعد بلند آواز سے یہ دعا کی کہ یا اللہ! میرا اور آپ کا معاملہ اب تک پوشیدہ تھا، اب مخلوق کو خبر ہو چلی، اب مجھے اٹھا لیجئے، یہ کہہ کر زور سے ایک چیخ ماری اور مر گئی۔ (فضائل نماز)

ایک شخص بیمار رہتا ہے، اس کو کچھ شکایات رہتی ہیں، نزلہ زکام ہے، معدہ کی شکایت ہے، کبھی کبھی بخار آ جاتا ہے، کمزوری کا احساس رہتا ہے، لیکن یہ چلتا پھرتا رہتا ہے، فرائض و عبادات بھی ادا کرتا ہے، اپنے کام کاج بھی کر لیتا ہے۔ یہی شخص جب اسپتال میں جا کر اس مریض کو دیکھے جس کی ناک میں نلکی لگی ہے، ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں، گلوکوز چڑھ رہا ہے تو بے ساختہ زبان سے نکلے گا: میرے مالک! تیرا شکر ہے تو نے مجھے اس سخت بیماری سے بچایا، اسی وجہ سے بعض اللہ کے نیک بندے جب آخرت سے غفلت اور اعمال میں کوتاہی محسوس کرتے تو وہ اسپتال یا قبرستان چلے جاتے اور وہاں کے مناظرے سے آخرت کی یاد تازہ کر کے عمل میں لگ جاتے، بندوں کے مختلف درجات اور امیری غریبی، رنگ و نسل، شکل و صورت، کام اور پیشہ میں فرق اسی لئے رکھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے صبر و شکر کو جانچے، چنانچہ فرمایا: ”ورفع بعضکم فوق بعض درجات لیبلوکم فیما آتاکم۔“

لوگ اپنے کاروبار میں لگے ہوئے ہیں، خرید و فروخت، لین دین جاری ہے، وہ اتنے مشغول ہیں کہ کھانے تک کا ہوش نہیں، اسی حال میں مسجد کے میناروں سے اذان کی آواز بلند ہوتی ہے، اذان سنتے ہی کچھ لوگ مسجد کی طرف چل پڑتے ہیں، اطمینان سے نماز پڑھ کر پھر اپنے کاروبار کی طرف لوٹتے ہیں اور ایسے بے شمار لوگوں پر نظر پڑتی ہے جن پر نہ اذان کا کوئی اثر نہ نماز کا کچھ خیال، کیا ایسے میں مسجد سے لوٹنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر نہ ادا کرنا چاہئے کہ: میرے مالک! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے نماز پڑھنے کی توفیق دی، یہ تو اتنی بڑی نعمت ہے کہ دوسری تمام نعمتیں اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، مگر افسوس کہ آج اس نعمت کی طرف سے سب سے زیادہ غفلت برتی جا رہی ہے، حالانکہ بندۂ مومن کو سب سے زیادہ اس نعمت پر شکر گزار ہونا چاہئے، حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ تکیہ کلاں رائے بریلی کے ۳۲ سالہ صاحبزادہ میاں ابو حنیفہ انتقال فرما گئے، خاندانی بزرگوں سے سنا ہے کہ تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ نے پانچ روپے کی مٹھائی منگائی اور اسی خوشی میں تقسیم فرمائی کہ صاحبزادہ کا انتقال ایمان پر ہوا۔

انسان اپنی مرضی اور خواہش کے پورے نہ

ہونے پر افسوس کرتا ہے، لیکن اگر اسی وقت خدا کے دوسرے ان بندوں کو دیکھے جو نہایت بے چارگی کی زندگی گزار رہے ہیں، دھوپ اور گرمی میں محنت مزدوری کر رہے ہیں، کچھ تو ایسے ہیں کہ ہاتھ پاؤں سے معذور دھوپ میں پڑے بلک رہے ہیں، لوگ دیکھتے اور گزر جاتے ہیں، کوئی سائیکل اور کوئی موٹر سائیکل پر گزر جاتا ہے، کوئی زنانے بھرتی ہوئی کار پر گزر جاتا ہے، لیکن اس غریب کو دیکھ کر ذرا بھی عبرت حاصل نہیں کرتا۔

کسی بھی بڑے شہر کے جس راستہ سے بھی آدمی گزرے، اونچ نیچ کا ہر نمونہ سامنے آجاتا ہے، زندگی اپنے ہر روپ میں دکھائی دیتی ہے، اونچی اونچی کوٹھیوں اور شاندار فلیٹوں کے نیچے جھونپڑیوں کا منظر، پلاسٹک کے ذرا سے سائبان میں پورا خاندان زندگی بسر کر رہا ہے اور کچھ تو ایسے ہیں جن کو یہ بھی نصیب نہیں، دن بھر محنت مزدوری کرنے کے بعد رات کو فٹ پاتھ پر سو رہتے ہیں، یہ سب ہیں تو ایک ہی خدا کے بندے، اس عبرتناک منظر کے باوجود جب فلیٹ اور کوٹھی والے سے ملئے تو کچھ شکایتوں اور مشکلات کا ذکر ضرور کرے گا، یہ کوٹھی والا اگر عبرت کی نظر سے دیکھے اور فٹ پاتھ والوں کے حال زار پر ذرا غور کرے تو بے اختیار زبان سے نکلے: ''اللّٰھم لک الحمد ولک الشکر'' مالک تیرا شکر و احسان ہے کہ تو نے ہم کو بڑے مزے کی زندگی نصیب فرمائی، اگر تو مجھے بھی فٹ پاتھ پر رکھتا تو میں کیا کرسکتا تھا:

''اللّٰھم اعنّی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک۔''

ترجمہ: ''اے ہمارے مالک تو اپنی یاد، اپنا شکر اور اچھی عبادت کرنے میں ہماری مدد کر۔''

ایسے ہی جھونپڑی اور فٹ پاتھ والا جب اسپتال میں تڑپتے ہوئے بیمار کا خیال لائے تو بے اختیار بول اٹھے: مالک تیرا شکر ہے کہ میں درد و بیماری سے بچا ہوا ہوں، اچھا تندرست ہوں، کھا پی رہا ہوں، ہنس بول رہا ہوں، محنت مزدوری کی قوت حاصل ہے، یہ اپنا پسینہ پونچھتا ہوا مسجد جاتا ہے، وضو کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے اور خدا کا شکر ادا کرتا ہے، یہ پنج وقتہ نماز شکر ہی کی ایک شکل ہے جس کو سیرت نگار علامہ سید سلیمان ندویؒ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''نماز کی روحانی غرض وغایت یہ ہے کہ اس خالق کل، رازق عالم، مالک الملک، منعم اعظم کی بے غایت بخششوں اور بے پایاں احسانوں کا شکر ہم اپنے دل اور زبان (اور جوارح) سے ادا کریں تاکہ نفس و روح اور دل و دماغ پر اس کی عظمت و کبریائی اور اپنی عاجزی و بیچارگی کا نقش بیٹھ جائے، اس کی محبت کا نشہ رگ رگ میں سرایت کر جائے، اس کے حاضر و ناظر ہونے کا تصور ناقابل زوال یقین کی صورت میں اس طرح قائم ہو جائے کہ ہم اپنے ہر دلی ارادہ و نیت اور ہر جسمانی فعل و عمل کے وقت اس کی ہوشیار و بیدار آنکھوں کو اپنی طرف اٹھا ہوا دیکھیں جس سے اپنے برے ارادوں پر شرمائیں اور ناپاک کاموں کو کرتے ہوئے جھجکیں اور بالآخر ان سے بالکل باز آجائیں۔'' (خطبات مدراس)

کسی بھی شہر میں جائیے، تھوڑے سے فرق کے ساتھ یہ سارے نمونے نظر آئیں گے، اونچ نیچ، امیر و غریب، تندرست و بیمار نیز دنیا کے مختلف جھمیلوں میں پریشانیوں کی مثالیں بے شمار ہیں، جو کچھ اوپر لکھا گیا، عبرت و سبق حاصل کرنے کے لئے کافی ہے، کل کا حاصل یہ ہے کہ شکرِ نعمت خود بہت بڑی عبادت ہے، جس سے عام طور پر غفلت برتی جاتی ہے بلکہ اس کو عبادت سمجھا ہی نہیں جاتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ خود فرمارہا ہے:

''لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔''

ترجمہ:... ''اگر شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) سخت ہے۔''

کوئی دوست اپنے محبوب ترین دوست کو جب کوئی ہدیہ اور تحفہ دیتا ہے تو جو سب سے عمدہ چیز ہوتی ہے وہی دیتا ہے، نبی پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت تھی، ایک دن دونوں حضرات ایک ہی سواری پر سوار کہیں تشریف لے جارہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں تم کو کچھ کلمات بتاتا ہوں ان کو پڑھا کرو، وہ کلمات یہ ہیں:

''اللّٰھم اعنّی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک۔''

اس دعا میں شکر نعمت کی بھی درخواست ہے، اس میں بڑی کوتاہی کی جاتی ہے، آدمی ہر وقت شکوہ شکایت تو کرتا رہتا ہے، اپنی تکلیفیں اور پریشانیاں بیان کرتا رہتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے اس پر کیا کیا انعامات ہیں؟ ان کو بھول جاتا ہے، شکر کی عبادت سے اکثر محرومی رہتی ہے حالانکہ شکر نعمت خود بہت بڑی عبادت ہے، اللہ رب العزت کو خوش کرنے والی چیز ہے۔

یہ بڑی انسانی کمزوری ہے کہ جو چیزیں اور نعمتیں آسانی سے حاصل ہو جاتی ہیں ان پر شکر کے جذبات میں جو کیف ہونا چاہئے وہ نہیں ہوتا شاید اسی انسانی کمزوری کے مدنظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو شکر نعمت کو دھیان میں رکھنے کی یہ دعا بتائی۔

مثال کے طور پر ایک شخص ایئرکنڈیشن میں بیٹھا ہوا ہے، پانی پینے کا تقاضا ہوتا ہے، ٹھنڈا پانی

کولر سے نکالتا ہے اور پی کر گلاس رکھ دیتا ہے، پھر اپنے کام میں لگ جاتا ہے، خیال بھی نہیں آتا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت سے فائدہ اٹھایا، ایک دوسرا شخص دھوپ اور گرمی میں کام کررہا ہے، پسینہ میں شرابور ہے، پیاس سے ہونٹ سوکھ گئے ہیں، بات کرتا ہے تو زبان تالو سے چپک چپک جاتی ہے، بات کرنا مشکل ہوتا ہے، یہ شخص جب کہیں سایہ میں بیٹھتا ہے اور پانی کا گلاس مل جاتا ہے تو پانی کا پہلا گھونٹ حلق سے نیچے اترتے ہی صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ جسم کے روئیں روئیں سے الحمدللہ! نکلتا ہے اور اللہ تیرا شکر ہے کے الفاظ زبان پر جاری ہوجاتے ہیں، اللہ رب العزت نے رمضان المبارک کے روزے فرض فرمائے ہیں، روزے کی بہت سی حکمتوں، مصلحتوں اور فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ غریبوں کا حال امیروں کو معلوم ہو اور وہ غریبوں کا حق پہچاننے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے فقر وفاقہ سے محفوظ رکھا ہے، اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کی دوسری تمام نعمتیں ہیں، اگر بندہ ان پر دھیان دے تو شکوہ شکایت کم اور شکر زیادہ ادا کرے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور نوازشیں بے شمار ہیں، جن میں صحت وعافیت، مال ودولت، علم نافع، نیک توفیق سب ہی شامل ہیں، لہٰذا ہر نعمت اور توفیق خیر کا شکر ادا کرنا اہم عبادت ہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچھلے پہر کی نمازوں میں دیر دیر تک کھڑے رہتے کہ پائے مبارک میں ورم آجاتا اور اس طرح روتے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رہا نہ گیا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف فرمادیئے گئے ہیں، پھر آپ اس طرح کیوں مشقت اٹھاتے ہیں؟ جواب میں زبان مبارک اس طرح کھلتی ہے: ”عائشہ! کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔“

اس لئے بندہ کو چاہئے کہ توفیق خیر نصیب ہوتو اس پر شکر ادا کرے اور نعمت کی قدر کو پہچانے، یہ بہت بڑی عبادت ہے، ایسی عبادت ہے کہ اس سے اور بھی عبادتوں کی توفیق ملتی جاتی ہے اور جب نعمت کی ناقدری ہوتی ہے تو توفیق چھن جاتی ہے، اور بہر دو صورت ”لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید“ کا ظہور ہوتا ہے۔

شکر نعمت کی عبادت کے سلسلہ میں نیک بندوں کے بے شمار واقعات ہیں، یہاں اب صرف ایک اور واقعہ نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ بات لمبی نہ ہوتا کہ ذہن میں تازہ رہے:

”۱۸۶۷ء کی بات ہے، دہلی کے باہر حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرقد کے قریب چونسٹھ کھمبے کے نام سے جو عمارت تھی، اس کے سرخ پھاٹک پر ایک عمارت میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے والد مولانا محمد اسماعیلؒ رہا کرتے تھے، ذکر وعبادت، آئے گئے مسافروں کی خدمت اور قرآن مجید ودین کی تعلیم شب وروز کا مشغلہ تھا، خدمت وتواضع کا یہ عالم تھا کہ جو مزدور بوجھ لادے ہوئے پیاسے ادھر آنکلتے ان کا بوجھ اتار کر رکھتے، اپنے ہاتھ سے ڈول کھینچ کر ان کو پانی پلاتے اور پھر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرتے کہ: اے اللہ! تونے مجھے اپنے بندوں کی خدمت کی توفیق دی، میں اس قابل نہ تھا، عام اجتماع وہجوم کے زمانہ میں پانی اور لوٹوں کا خاص اہتمام رکھتے اور رضائے الٰہی اور قرب خداوندی کا ذریعہ سمجھ کر خلق خدا کی راحت رسانی اور خدمت میں مشغول رہتے۔“

(مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت)

اچھا ماحول، اچھی تعلیم، اللہ کے نیک بندوں سے ملاقات کا موقع، نیک کاموں میں شرکت کی توفیق، یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، ان کی قدر پہچاننا اور ان سے فائدہ اٹھانا، ناقدری نہ کرنا ہی ان نعمتوں کا شکر ہے، اللہ تعالیٰ کے شکر کی اس قیمتی عبادت کا ہر وقت خیال رکھنا چاہئے، قدر نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو چھین لیتا ہے اور ناشکری کی وجہ سے اچھا بھلا آدمی ملحد وبے دین ہوجاتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں بھی حاصل ہیں، ان کا شکر ادا کرنا وہ عبادت ہے جو برابر آگے بڑھاتی رہتی ہے اور دل میں اللہ رب العزت کی محبت سماتی چلی جاتی ہے جس کی دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح فرمایا کرتے تھے:

”اللّٰھم اجعل حبک احب الی من نفسی واھلی ومن الماء البارد۔“

ترجمہ: ”الٰہی! تو اپنی محبت کو میری جان سے، میرے اہل وعیال سے اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ میری نظر میں محبوب بنادے۔“

بندگان خدا کی بھوک پیاس اسی محبت الٰہی کی غذا سے مٹتی ہے اور اسی کے طفیل زندگی کی ہر حالت اور ہر مرحلہ میں ان کے دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی اطاعت کا سودا سمایا رہتا ہے اور شکر گزار بندہ کو تکلیف میں بھی وہ لطف ومزہ آتا ہے جو کسی ناقدرے اور ناشکرے کو عیش وعشرت میں بھی نہیں آتا، لوگوں کو دیکھنے میں تو وہ عیش وعشرت ہی ہوتا ہے لیکن اندر سے غیر مرئی عذاب میں مبتلا ہوتا ہے، اسی لئے قرآن کریم میں بار بار شکر کا ذکر کیا گیا ہے اور ایک حدیث میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ شکر نصف ایمان ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو شکر کی عبادت کا مزہ نصیب فرماکر اپنے نیک اور مقبول بارگاہ بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین۔

☆☆..............☆☆

من الظلمات الی النور

سکھ مذہب سے دینِ اسلام تک

قبولِ اسلام کی ایمان افروز روئیداد

تیسری قسط

خالد محمود سابق یوئیل کندن

نعمت عظمیٰ کے حصول کے بعد گھر روانگی:

جب مقدس نعمت سے سرفراز ہو چکا تو اپنے گھر کو روانہ ہوا اور بس کی چھت پر جگہ ملی اور بھی لوگ چھت پر سوار تھے۔ ہر ایک اپنے اپنے خیال اور مشغولیت میں مست تھا اور میں اپنی سوچوں کے سیلاب میں ڈوبا جا رہا تھا دل میں نہایت خوشی و مسرت تھی، دل خوشی سے اچھل رہا تھا، سڑک کے اردگرد قطار میں لگے درخت اور چاروں طرف سرسبز کھیتیاں ہوا سے ہلکی ہلکی جھوم رہی تھیں اور اپنے پتوں سے تالیاں بجا رہی تھیں، مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ یہ سرسبز و شاداب فصلیں بزبان حال میرا استقبال کر رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ اے خوش نصیب عبدالواحد تو اس قدر سعادت مند ہے آج تو ایسی گرانقدر دولت سے اپنے دامن کو مزین کر کے جا رہا ہے۔ یہ نعمت تمہیں نہایت ارزاں مل گئی ہے اور بغیر مانگے مل گئی، سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنادے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی، چنانچہ وہ قرب قیامت میں دنیا میں تشریف لائیں گے اور شریعت محمدیہ کے مطابق زندگی گزاریں گے۔ چنانچہ آپ کو وہ نعمت عظمیٰ مل گئی جس کے حصول کے لئے انبیاء دعائیں مانگا کرتے تھے۔

مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ میں ایک پرندے کی طرح تیز رفتاری سے چہچہاتا ہوا اڑتا جا رہا ہوں۔ طبیعت پر ایک عجیب کیف و سرور تھا۔ تقریباً ۱۲ کلو میٹر کا فاصلہ طے کیا تھا کہ میری سوچوں کی طغیانی نے مخالف سمت رخ کیا وہ اس طرح کہ میں خوشی خوشی آ رہا تھا اور ایمانی کیفیات سے دل باغ باغ تھا، اچانک یہ خیال آیا کہ اسلام تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قبول کر لیا، لیکن جب اہل خانہ کو قبول اسلام کا علم ہوگا تو وہ تکالیف دیں گے، گھر سے نکال دیں گے۔ ہر قسم کی مراعات سے محروم کر دیں گے، جانی نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں، ان ممکنہ حالات میں تحمل مشکل ہوگا اور کم سنی کی وجہ سے والدین کی یاد بھی ستائے گی۔

جب گاؤں کے قریب پہنچا تو دل میں یہ خیال بار بار آ رہا تھا کہ گھر والوں کو کیا بتاؤں گا کہ میں کہاں گیا تھا، کیونکہ میرے شب و روز کچھ اس طرح بسر ہوتے تھے کہ اسکول سے گھر اور گھر سے فارغ اوقات میں والد صاحب کے ساتھ کھیتی باڑی کرنے کھیتوں میں مدد کے لئے چلا جاتا، کبھی گاؤں سے کسی دوسری جگہ جانا نہیں ہوتا تھا حتیٰ کہ گاؤں سے قریب شہر سرگودھا بھی بہت کم جانا ہوتا، اس لئے یہ فکر دامن گیر تھی کہ گھر والوں نے پوچھا تو ضرور ہے کہ کہاں غائب رہے اور سردیوں کے دن چھوٹے ہوتے ہیں اور دن پورا گزر چکا تھا۔ بہرحال سوچوں میں مگن گھر پہنچ گیا۔ والدہ صاحبہ نے پہنچتے ہی پوچھا کہ بیٹا پورا دن کہاں گزارا تو میں نے والدہ صاحبہ سے نہایت معصومیت سے عرض کیا کہ کسی دوست کو ملنے گیا تھا اور انہوں نے بھی مزید باز پرس نہ کی اور باقی گھر والوں میں سے کسی کو میری عدم موجودگی کا علم نہ ہوا۔ اب قبول اسلام کے بعد میرا یہ ارادہ تھا کہ اپنے قبول اسلام کے بارے میں گاؤں کی بڑی جامع مسجد میں اعلان کروں اور اس بارے میں، میں نے اپنے چند مسلمان رازدان دوستوں اور اپنے اسکول کے استاذ گرامی جناب شمشیر علی صاحب سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ابھی صورت حال کے تحت اپنے قبول اسلام کو خفیہ رکھو، نیز یہ تمہارے میٹرک کے امتحانات قریب ہیں، لہٰذا بہتر ہے کہ میٹرک کے امتحانات اور نتائج کے بعد اپنے گھر والوں اور دیگر خاندان والوں کو کسی مناسب موقع پر اپنے قبول اسلام کے بارے میں بتانا، کیونکہ ابھی فی الفور تمہارے قبول اسلام کا اعلان تمہارے گھر اور خاندان والوں میں اشتعال پیدا کر سکتا ہے، لہٰذا استاد گرامی اور دوستوں کے مشورہ سے کچھ عرصہ تک اپنے قبول اسلام کو مخفی رکھا۔

نماز پڑھنے کا شوق اور مشکلات:

نماز سیکھنے کے بعد میری یہ کوشش ہوا کرتی تھی کہ میں پانچوں وقت کی نماز ادا کروں اور کوئی نماز مجھ سے قضا یا رہ نہ جائے، ان نمازوں کی ادائیگی میں جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش تھا وہ یہ کہ اگر میں نمازوں کی ادائیگی گاؤں کی مسجد یا گاؤں کی آس پاس کی مساجد میں ادا کرتا ہوں تو گھر والوں کو پتہ چل جائے گا لیکن نمازوں کو ادا کرنے اور اسلام کے دیگر احکامات پر عمل کرنے کے لئے ایمانی کیفیت کے ساتھ میرا دل ہر وقت بے قرار اور بے چین رہتا تھا، اس لئے نمازوں کو وقت پر ادا کرنے کے لئے دل

دماغ میں اس بارے میں سوچتا رہتا تھا، لیکن ایک عرصہ تک نمازوں کی ادائیگی کا طریقہ کار یہ بنایا کہ میں اسکول کا کام کرنے کے لئے صبح فجر کی اذان کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوتا اور چونکہ گھر والے اس وقت تک سوئے ہوئے ہوتے تھے، لہٰذا میں وضو کرکے گھر کے صحن میں کپڑا بچھا کر فجر کی نماز ادا کرتا اور کبھی کبھار فجر کی نماز ادا کرنے کے لئے گھر سے بڑی چادر اوڑھ کر اور اس سے منہ کا کافی حصہ ڈھانپ کر مسجد چلا جاتا اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا اور امام صاحب جونہی سلام پھیرتے مسجد سے اٹھ کر جلدی سے گھر واپس آجاتا تاکہ کوئی مسلمان واقف کار بھائی مسجد میں دیکھ کر خوشی کے عالم میں میرے خفیہ اسلام کو میرے گھر والوں یا اور لوگوں میں ظاہر نہ کردے۔

ظہر، عصر اور مغرب کی نماز:

لہٰذا مسجد میں یا گھر میں فجر کی نماز کے بعد معمول کے مطابق صبح کی چہل پہل شروع ہوجاتی اور میں صبح ناشتہ کے بعد تیار ہوکر اسکول روانہ ہوجاتا اور اسکول سے واپسی کے بعد ظہر، عصر اور مغرب گھر میں تھوڑی دیر کے لئے کمرے کا دروازہ بند کرکے گھر والوں کے ڈر اور خوف کے درمیان اپنی نماز ادا کرتا اور اکثر یہ ہوتا کہ اسکول سے گھر واپس آکر والد صاحب کے پاس کھیتی باڑی میں ان کا ہاتھ بٹانے کے لئے کھیتوں میں چلا جاتا، چونکہ وہاں سے شام ہی کو گھر واپسی ہوا کرتی تھی، لہٰذا وہاں موقع نکال کر بانس یا کپاس کے کھیتوں میں یہ تینوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر پڑھتا اور نماز کی ادائیگی کے دوران اکثر یہ ہوتا کہ ان کھیتوں میں موجود مچھر میرے ہاتھوں اور پیروں پر کاٹتے اور ان کے کاٹنے کی وجہ سے نشان پڑ جاتے، والد صاحب کی جب ان مچھروں کے کاٹے ہوئے نشانوں پر نظر پڑ جاتی تو پوچھتے کہ یہ کیا ہوا ہے؟ تو میں جواباً عرض کرتا کہ کھیتوں میں قضائے حاجت کے لئے گیا تھا، لہٰذا وہاں مچھروں نے کاٹا اور جھوٹ سے بچنے کے لئے نمازوں کی ادائیگی سے پہلے اکثر ضرورت کے تحت قضائے حاجت سے فراغت حاصل کرتا۔ یہ اسلام کی ہی برکت تھی کہ کم عمری ہی میں اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں جھوٹ سے نفرت پیدا کردی تھی اور اسی ڈر سے کہ والد صاحب نے اگر پھر مچھر کے کاٹے کے نشان دیکھ کر کچھ پوچھا تو جھوٹ نہ ہوجائے، میں نمازوں سے قبل قضائے حاجت کے بشری تقاضا کو کھیتوں میں پورا کرتا تھا اور وہاں سے دوسری جگہ کھیتوں میں اپنی نمازیں ادا کرتا۔

عشاء کی نماز کی ادائیگی اور بھائی کا دیکھ لینا:

عشاء کی نماز کبھی میں مسلمان رازداں دوستوں کے گھر پڑھتا اور کبھی یہ نماز گھر میں گھر والوں کے سوجانے کے بعد گھر کے صحن میں، یا پھر کمرے میں موجود شوکیس کے پیچھے پڑھتا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ عشاء کی نماز کی ادائیگی کے لئے ایک مسلمان رازداں دوست کے گھر گیا تو وہاں پہلے سے موجود دیگر رازداں دوستوں کے ساتھ نماز باجماعت کی ادائیگی کا پروگرام بنا اور جو دوست اس نماز کی امامت کے لئے کھڑا ہوا میں نے اس سے کہا کہ قرأت دھیمی آواز میں کریں زیادہ بلند آواز میں قرأت نہ کریں، لہٰذا عشاء کی نماز شروع ہوگئی، خدا معلوم کہ میرے ایک بھائی کو کس نے خبر کردی کہ جس گھر میں ہم لوگ نماز ادا کررہے تھے، وہ اس گھر میں ایک مسلمان واقف کار کے ساتھ آگئے، مگر فوری طور پر وہ بھی سمجھ نہ پائے کہ نماز کہاں ادا ہورہی ہے، لہٰذا وہ اس گھر کے صحن سے واپس جانے لگے تو ساتھ آئے ہوئے مسلمان بھائی نے ان سے کہا کہ ذرا اور آگے کمروں میں چل کر دیکھتے ہیں، کیونکہ تلاوت قرآن کی آواز آرہی ہے اور نماز ہورہی ہے، چنانچہ جس کمرے میں ہم نماز ادا کررہے تھے بھائی صاحب نے اس کمرے کی کھڑکی سے مجھے دیگر دوستوں کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھ لیا مگر مجھے اس موقع پر کچھ کہے بغیر واپس چلے گئے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد مجھے جب یہ بات پتا چلی کہ اس طرح سے میرا بھائی مجھے نماز پڑھتا دیکھ گیا ہے تو میں نے ایک دوست کو اپنے گھر کی طرف بھیجا کہ وہ معلوم کرے کہ جو کچھ میرا بھائی دیکھ گیا ہے، گھر اور خاندان والوں میں اس کا فوری طور پر کیا ردعمل ہوا ہے؟ وہ دوست جب میرے گھر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ میرے اہل خانہ اور خاندان کے دیگر افراد میرے بارے میں چہ میگوئیاں کررہے ہیں۔ لہٰذا وہ دوست یہ صورت حال دیکھ کر کافی گھبرایا ہوا واپس آیا اور جو کچھ دیکھ چکا تھا پریشانی کے عالم میں بتانے لگا، اس دوست کی بات سن کر اور پریشانی دیکھ کر میں نے اس سے کہا تم کیوں پریشان ہوتے ہو؟ پریشان تو مجھے ہونا چاہئے کیونکہ معاملہ تو میرا ہے، لہٰذا اس کو اور دیگر وہاں موجود دوستوں کو تسلی دیتا ہوا میں وہاں سے گھر جانے کے بجائے سیدھا اپنے اسکول ٹیچر محترم شمشیر علی صاحب کے پاس گیا، ان کو مذکورہ بالا ساری صورت حال بتائی تو انہوں نے فرمایا کہ: بھئی تو تم گھر جاؤ اور گھر والوں کے ردعمل اور صحیح صورت حال کے بارے میں معلوم کرو باقی اللہ مالک ہے، اگر تمہارے اہل خانہ اور خاندان کی طرف سے تمہارے لئے کوئی سنگین مسئلہ درپیش ہوا تو فکر نہ کرو، میں اور دیگر مسلمان تمہاری بھرپور مدد اور حفاظت کے لئے تیار ہیں ان کی تسلی آمیز گفتگو کے بعد میں ڈر اور خوف کی کیفیت لئے گھر کی طرف روانہ ہوگیا، گھر کے راستے میں انہی بھائی کی دکان آتی تھی جنہوں نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا، میں سیدھا وہاں ان کے پاس چلا گیا انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ گھر جاؤ تم کو والد صاحب بلارہے ہیں، میں گھر پہنچا تو اندیشے کے مطابق والد صاحب نے یہی بات پوچھی کہ کیا تم فلاں کے ہاں

نماز پڑھ رہے تھے؟ اس پر میں نے والد صاحب کو جواباً عرض کیا کہ آپ کو میرے بارے میں کوئی کچھ بھی کہے کیا آپ اس کو میرے حوالے سے بلاتحقیق مان لیں گے اور گفتگو کا انداز ذرا اس طرح سے اپنایا کہ جس سے نہ تو نماز کی ادائیگی کا انکار ہوتا ہو اور نہ ہی اس کے ادا کرنے کا اقرار ہوتا ہو اور بظاہر یہ لگتا تھا کہ والد صاحب میری اس گفتگو سے مطمئن ہو گئے ہیں، مگر میرے اندر یہ خوف سر اٹھائے ہوئے تھا کہ ایک نہ ایک دن ان پر مکمل حقیقت کھل جائے گی۔

ایامِ رمضان المبارک:

لہٰذا اپنے اس خوف کو دبانے کے لئے میں مختلف اوقات میں والد صاحب کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتا کہ میرے بارے میں آپ کو جو اندیشہ اور شک ہے، اس کو اپنے دل میں جگہ نہ دیجئے، میں آپ لوگوں کے ساتھ ہوں اور ایسے ہی ایک موقع پر جب میں والد صاحب کو اپنے حوالے سے مطمئن کرنے کے لئے گفتگو کر رہا تھا اور اس موقع پر میرے ایک چچا بھی موجود تھے، انہوں نے میری حمایت کرتے ہوئے والد صاحب سے کہا کہ فکر نہ کریں یہ لڑکا مسلمان نہیں ہوگا اور اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگے: یہ آپ کو میری ضمانت ہے، بہرحال دن گزرتے رہے مذکورہ بالا حالات کے تحت ڈھکے چھپے انداز سے نمازوں کی ادائیگی اور اسلام کے دیگر احکام واجبہ کو بجالانے کی مقدور بھر کوشش جاری رہتی اور اللہ تعالیٰ سے استقامت وحفاظت کی دعا بھی کرتا۔ دن ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں میں بدلتے رہے کہ رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ بھی آ گیا۔ رمضان المبارک کے مہینہ میں، ہمارے گھرانے کے کچھ لوگ مسلمانوں کے ماحول میں اور معاشرے کی وجہ سے صرف رمضان المبارک کے دنوں کی یہ تخصیص کرتے تھے کہ اپنی مرضی سے پورے رمضان کے روزوں سے چار پانچ روزے رمضان کے مختلف دنوں میں رکھ لیا کرتے تھے، اب مجھے بھی فکر ہوئی کہ رمضان آ رہا ہے اور ان شاء اللہ! رمضان کے پورے روزے بھی رکھنے ہیں اور گھر والوں کو شک بھی نہیں ہونے دینا، جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مسلمانوں کے ماحول اور معاشرت میں رہنے کی وجہ سے ہمارے سکھ گھرانے کے کچھ افراد بھی رمضان المبارک کے دو چار روزے رکھ لیا کرتے تھے، لہٰذا اسی بات کو اپنے لئے آڑ بناتے ہوئے، میں نے رمضان المبارک کے روزے رکھنے شروع کر دیئے، لہٰذا مسلمان ہونے کے بعد یہ میری زندگی کا پہلا رمضان المبارک تھا جو جون رجولائی کی گرمی میں آیا تھا، باقی زندگی کے کام اسی معمول کے مطابق انجام دیتا، یعنی گندم کی کٹائی، گائے بھینسوں کو چارہ دینا ان کا دودھ دھونا وغیرہ وغیرہ۔

ایک دفعہ چچا صاحب نے اس موقع پر مجھے بُرا بھلا بھی کہا اور یہ بھی کہا کہ تم کیوں روزے رکھتے ہو؟ کیونکہ معمول کے کاموں کا حرج ہوتا ہے، میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کیوں ناراض ہوتے ہیں؟ میرے روزے رکھنے سے، اگر کام کا کوئی حرج ہو رہا ہے تو بتائیں ورنہ حقیقت یہی ہے کہ میں روزے رکھ رہا ہوں اور اپنے حصے کا کام بھی بخیر وخوبی انجام دے رہا ہوں اور یہ محض میرے اللہ کا کرم تھا کہ میں اپنے ذمے کا کام بھی انجام دے رہا تھا اور روزے بھی رکھ رہا تھا مگر مسلسل روزے نہیں رکھے بلکہ چند روزے رکھے اور پھر رمضان المبارک کے بعد ان کی قضا کی، کیونکہ مسلسل روزے رکھنے سے اس بات کا قوی اندیشہ تھا کہ ان پر میرے اسلام لانے کا یقین پختہ ہو جائے گا۔

نمازِ عید:

بہرحال رمضان کے ایام کا اختتام ہوا تو میں نے اپنے رازداں دوستوں سے مشورہ کیا اور طے یہ پایا کہ عید الفطر کی نماز جامع مسجد میں باجماعت پڑھنی ہے، عید الفطر کے دن ہمارے گھرانے کے لوگ اور قریبی رشتے داروں کا معمول یہ تھا کہ ہر گھر کا ایک ایک فرد یا دو دو فرد صبح عید الفطر کی نماز سے پہلے کھیتوں میں چلے جاتے تھے اور وہاں گھر کے جانور یعنی بھینسوں کا دو وقت کا چارہ صبح ہی تیار کر لیتے تھے، کیونکہ عید الفطر کے دن معاشی طور پر کاروبار زندگی بند ہوا کرتا ہے لہٰذا ہمارے گھر اور خاندان کے لوگ اس دن معمول سے ہٹ کر نسبتاً اچھے کپڑے پہن لیتے اور گھر میں اس دن اچھے کھانے کا انتظام کیا کرتے تھے، کیونکہ مسلمان ہونے کے بعد یہ میری پہلی عید الفطر تھی اور ادھر دوستوں سے عیدگاہ میں عید پڑھنے کا پروگرام طے ہو چکا تھا۔ لہٰذا اس دن یعنی عید الفطر کے دن میرے گھر اور خاندان کے دیگر افراد جب بھینسوں کے چارے کی تیاری کے لئے کھیتوں کی طرف روانہ ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ گیا اور فکر یہ تھی کہ عید کی نماز باجماعت پڑھنی ہے، لہٰذا خود بھی جلدی جلدی چارے کی تیاری میں لگ گیا اور اپنے خاندان کے لوگوں کو بھی جلدی جلدی کام ختم کرنے پر ابھارتا رہا، لہٰذا گائے بھینسوں کا چارہ وغیرہ تیار کرنے کے بعد واپسی پر رفتار گھر کے افراد سے کچھ زیادہ ہی تیز تھی تو میرے ایک چچا صاحب نے میری اس تیز رفتاری کی وجہ پوچھی، میں نے ان سے کہا کہ مجھے تیز پیشاب آ رہا ہے، اس لئے تیز تیز جا رہا ہوں، لہٰذا جھوٹ سے بچنے کے لئے میں نے ایک جگہ رک کر پیشاب کیا اور پھر جلدی جلدی گھر پہنچ کر نہا دھو کر کپڑے پہنے اور ایک چادر سے خود کو کسی حد تک چھپا کر دوستوں کے ساتھ گاؤں کی جامع مسجد میں جا کر عید کی نماز باجماعت نماز ادا کی، مگر اس کے باوجود وہاں گاؤں کے چند مسلمان بھائیوں نے مسجد میں نماز ادا کی ادائیگی کے بعد دیکھ لیا اور انہی میں سے کسی نے خوشی کے عالم میں میرے

گھر والوں کو بتایا کہ میں نے عید الفطر کی نماز پڑھی ہے، مجھے جب یہ پتہ چلا کہ میرے گھر والوں کو میری عید کی نماز پڑھنے کی خبر ہو چکی ہے، تو میں بجائے گھر جانے کے اپنے مسلمان دوست جو میرے رازدان بھی تھے، ان کے گھر چلا گیا وہاں کچھ دیر ٹھہر کر میں ایک اور دوست کے گھر جا کر تھوڑی دیر کے لئے سو گیا، پھر وہاں سے اٹھ کر سیدھا گھر گیا تو جو پہلا سوال گھر پہنچتے ہی کیا گیا وہ یہی تھا کہ ہمیں معلوم ہوا کہ تم نے مسجد میں عید کی نماز پڑھی ہے؟ میں نے جواباً عرض کیا کہ آپ لوگوں سے کس نے کہا ہے؟

چچا صاحب کی نصیحت:

دوسری بات یہ ہے کہ آپ میرے فلاں دوست کے گھر جا کر معلوم کر سکتے ہیں کہ میں تو وہاں سویا ہوا تھا اور ابھی اس کے گھر سے آ رہا ہوں، بہرحال اس وقت تو وہ میری ان باتوں سے غیر مطمئن سی کیفیت لے کر وہاں سے چلے گئے، عید کی نماز پڑھنے کے سلسلے میں صبح جو سوال و جواب مجھ سے ہوئے تھے، اس میں میرے ایک چچا صاحب بھی شامل تھے، لہٰذا وہ رات کو دوبارہ میرے پاس آئے اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے جس گفتگو کا آغاز ہوا وہ یہ تھی دیکھو بیٹا کہ میں اور تمہارے گھر والے بہت دنوں سے تمہارے انداز و اطوار سے یہ محسوس کر رہے ہیں کہ تم بہ مائل اسلام ہو، نیز یہ کہ دو ایک بار تمہارے نماز پڑھنے کے حوالے سے بھی دیکھنا سنا گیا ہے اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ بیٹا اسلام قبول کرنے کا خیال دل سے نکال دو، اگر تم نے ایسا کیا تو خاندان میں ہم لوگوں کی بہت بے عزتی ہوگی، لہٰذا تم اس سے باز آ جاؤ اور دوسری بات یہ بھی کہتا ہوں اور وہ یہ کہ غیر مسلم برادری میں جہاں کہیں تم چاہو گے تمہاری شادی کر دیں گے، اس کے علاوہ تمہارے تمام تعلیمی اخراجات بھی اٹھانے کے لئے تیار ہوں بس تم مسلمان ہونے کا خیال چھوڑ دو، چچا صاحب کی یہ ساری گفتگو سن کر میں نے ان کے اطمینان کے لئے عرض کیا کہ آپ بے فکر ہو جائیں آپ جیسے کہیں گے، ویسا ہی ہوگا جس وقت میرے اور چچا صاحب کے درمیان یہ گفتگو جاری تھی، اس وقت بھی میری جیب میں نماز کی کتاب رکھی ہوئی تھی، یہ محض اللہ تعالیٰ کا احسان و کرم تھا کہ اس رب کریم نے میرے دل میں دین کی محبت کو مزید بڑھا دیا تھا، بہرحال چچا صاحب میرے جواب سے کسی حد تک مطمئن ہو کر چلے گئے، لیکن دوسری جانب حقیقت یہ تھی کہ جوں جوں میرے گھر والوں کو میرے مسلمان ہونے کا شک یقین میں تبدیل ہوتا جا رہا تھا، گھر والوں نے میری کڑی نگرانی شروع کر دی تھی، خصوصاً عید الفطر کے واقعہ کے بعد میرے بڑے بھائی میرے اسکول آنے جانے والے دوست احباب سے ملنے اور دیگر اس نوعیت کی مشغولیت کو بغور دیکھتے تھے اور بعد میں باز پرس بھی کرتے تھے، اس پر میں نے ایک دن اپنے بڑے بھائی صاحب سے عرض کیا کہ آپ کیوں یہاں، وہاں مجھے دیکھتے رہتے ہیں؟ تو اس پر انہوں نے کہا کہ بس یونہی تمہارا خیال کرنے کے لئے ایسا کرتا ہوں۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ کیا میں کوئی لڑکی ہوں؟ جو آپ میری یوں نگرانی کرتے رہتے ہیں، بہرحال بات آئی گئی ہو گئی، یہاں تک کہ میرا میٹرک کا نتیجہ آ گیا، لیکن میٹرک کا نتیجہ آنے سے قبل میں دل اور دماغ میں یہ پروگرام ترتیب دے چکا تھا کہ جونہی میرا میٹرک کا نتیجہ آئے گا میں اپنے گھر کو خیرباد کہہ دوں گا، تاکہ دین اسلام کے وہ احکامات جو اسلام قبول کرتے ہی مجھ پر فرض و واجب ہو گئے تھے، ان کی ادائیگی مسلم ماحول و معاشرے میں رہتے ہوئے بلاخوف و خطر کر سکوں۔ (جاری ہے)

پانچ روزہ ختم نبوت کورس

میٹروول... (عمار اسلام الٰہی) جامعہ اشرفیہ امدادیہ کے زیر اہتمام جامع مسجد عائشہ میٹروول سائٹ کراچی میں پانچ روزہ ختم نبوت کورس منعقد ہوا، جس کی سرپرستی جامعہ کے مہتمم و بانی حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالجبار صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمائی اور انہی کے زیر سرپرستی اس علاقہ میں عقیدۂ ختم نبوت کا کام زور و شور سے جاری و ساری ہے۔

یہ کورس ۳۰ر اپریل بروز اتوار کو شروع ہو کر ۴ر مئی بروز جمعرات کو اختتام ہوا۔ جس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا عبدالحی مطمئن صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد اقبال صاحب (امام و خطیب جامع مسجد عرفات چاکیواڑہ لیاری ٹاؤن کراچی) نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت و عظمت، قادیانیوں کا نظریہ اجرائے نبوت اور ان کے شبہات کے جوابات، حیات اور رفع و نزول عیسیٰ علیہ السلام از قرآن و حدیث، قادیانیوں کا نظریہ وفات عیسیٰ علیہ السلام اور اس پر ان کے شکوک و شبہات کے جوابات، مرزا غلام احمد قادیانی کے کذبات، جھوٹی پیشگوئیاں، مباہلے، فحش گالیاں اور دیگر بہت سے مسائل پر لیکچر دیئے اور نوٹس بھی تیار کرایا گیا۔

اس کورس میں تقریباً پچیس طلبا نے شرکت کی جن کا جوش و جذبہ قابل دید تھا اور جن کا تعلق شہر بھر کے چھوٹے بڑے مختلف مدارس کے مختلف درجات سے ہے، لیکچرز کا دورانیہ بعد نماز ظہر تا عصر تک تھا۔ اس پانچ روزہ مختصر سے کورس کے اختتام پر طلبا کو جامعہ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے بطور انعام کتابیں دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوان ساتھیوں کو اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تحفظ ختم نبوت کے لئے بھرپور کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مرزا قادیانی کا تعارف و کردار

(۳۷)

حافظ عبید اللہ

اور ایک جگہ اپنی جماعت کو یوں نصیحت کی:

''سو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ایسا شخص میری جماعت میں داخل نہیں رہ سکتا جو اس گورنمنٹ (یعنی انگریز۔ ناقل) کے مقابلہ پر کوئی باغیانہ خیال دل میں رکھے اور میرے نزدیک یہ سخت بدذاتی ہے کہ جس گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم ظالموں کے پنجے سے بچائے جاتے ہیں اور اس کے زیر سایہ ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے اس کے احسان کے ہم شکر گذار نہ ہوں.....'' (مجموعہ اشتہارات، جلد2، صفحہ 709)

ہم نے طوالت کے خوف سے نمونے کے طور پر یہ چند تحریرات پیش کی ہیں، تفصیل کے لئے مرزا قادیانی کے رسالے ''تحفہ قیصریہ اور ستارہ، قیصرہ'' ملاحظہ فرمائیں آپ حیران ہوں گے کہ خود کو اللہ کا نبی، مسیح موعود اور مہدی معہود کہنے والا کس طرح ایک کافر، عیسائی، صلیبی اور غاصب حکومت کی شان میں قصیدے پڑھ رہا ہے اور اس کے ہمیشہ قائم رہنے کی دعائیں کر رہا ہے اور اس کے لئے اللہ کی مدد طلب کر رہا ہے۔

مسلمانوں کے بارے میں قادیانی مذہب کا فتویٰ ایک قادیانی واویلا اور اس کا جواب

دیکھا گیا ہے کہ جماعت قادیانیہ اکثر یہ واویلا کرتی ہے کہ ہم تو مسلمان ہیں ہمیں زبردستی غیر مسلم قرار دیا گیا، لیکن وہ عوام کو یہ کبھی نہیں بتاتے کہ ان کے گرو، مرزا قادیانی اور ان کے بڑے ان تمام مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں جنھوں نے مرزا قادیانی کے دعووں کو قبول نہیں کیا، تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پہلو سے بھی نقاب اٹھایا جائے تاکہ دنیا کو عام طور پر اور ان مسلمانوں کو خاص طور پر جو قادیانیوں کے بارے میں ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہیں معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ ان کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں اور ہاتھی کے دانت کھانے کے اور، دکھانے کے اور ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے مسلمانوں کے بارے میں فتوے:

''خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔''

(تذکرہ، صفحہ 519، طبع چہارم)

اپنے اس نام نہاد الہام میں مرزا قادیانی نے اپنے خدا کی طرف سے یہ فتویٰ جاری کیا ہے کہ جس نے مرزا کو قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس طرح ساری امت اسلامیہ جس نے مرزا کو نبی یا مہدی یا مسیح تسلیم نہیں کیا وہ اس فتوے کی رو سے اسلام سے باہر نکل گئی۔

ایک اور جگہ مرزا نے لکھا:

''اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔'' (رسالہ دعوت قوم، رخ 11، صفحہ 62 حاشیہ)

ایک اور مقام پر وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننے والے اور مرزا کو نہ ماننے والے دونوں کو یکساں کافر قرار دیتا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:

''اور کفر دو قسم پر ہے۔ (اول) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ (دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو (یعنی مرزا کے بقول اسے۔ ناقل) نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہی (ہے۔ ناقل) کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔''

(حقیقۃ الوحی، رخ 22، صفحہ 185)

اس تحریر میں مرزا نے اس شخص کو جو اسے سچا نہیں مانتا اسی طرح کا کافر قرار دیا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا، واضح رہے کہ مرزا قادیانی نے اس عبارت میں مسیح موعود کے انکار کے الفاظ لکھے ہیں اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ مرزا اور اس کی جماعت کے نزدیک مسیح موعود سے مراد حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نہیں بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے، ہم یہاں مرزا کے اس جھوٹ پر کہ خدا اور رسول نے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں غلام احمد قادیانی کو ماننے اور اسے سچا جاننے کی تاکید کی گئی ہے صرف یہ کہتے ہیں کہ۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

ایک اور جگہ مرزا نے یہ کہا کہ اس کے خدا نے اسے بتایا ہے کہ:

''جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور

تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔" (تذکرہ، صفحہ 280)

یعنی وہ تمام مسلمان جنہوں نے مرزا کی پیروی نہیں کی اور اس کی بیعت نہیں کی وہ سب جہنمی ہوئے۔

اپنی جماعت کو مسلمانوں سے الگ رہنے کی تاکید:

"اپنی جماعت کا غیر کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کے متعلق ذکر تھا، فرمایا: صبر کرو اور اپنی جماعت کے غیر کے پیچھے نماز مت پڑھو بہتری اور نیکی اسی میں ہے اور اسی میں تمہاری نصرت اور فتح عظیم ہے اور یہی اس جماعت کی ترقی کا موجب ہے دیکھو دنیا میں روٹھے ہوئے اور ایک دوسرے سے ناراض ہونے والے بھی اپنے دشمن کو چار دن منہ نہیں لگاتے اور تمہاری ناراضگی اور روٹھنا تو خدا کے لئے ہے۔ تم اگر ان میں رلے ملے رہے تو خدا تعالے جو خاص نظر تم پر رکھتا ہے وہ نہیں رکھے گا۔ پاک جماعت جب الگ ہو تو پھر اس میں ترقی ہوتی ہے۔" (الحکم۔ قادیان، نمبر 29 جلد 5، 10/ اگست 1901ء، صفحہ 3)

میرے مخالف یہودی، عیسائی اور مشرک:

"جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔"
(نزول المسیح، رخ 18، صفحہ 382)

اپنے نہ ماننے والوں کو مرزا قادیانی کی گالیاں:

مرزا قادیانی نے نہ صرف ان سب مسلمانوں کو کافر اور جہنمی کہا جنہوں نے اس کے جھوٹے دعووں کو نہیں مانا بلکہ انہیں گالیاں بھی دیں، چنانچہ ایک جگہ مرزا اپنی تصنیف کردہ کتابوں "براہین احمدیہ، ازالہ اوہام، فتح الاسلام اور دافع الوساوس وغیرہ" کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے:

"تلک کتب ینظر الیها کل مسلم بعین المحبة والمودة وینتفع من معارفها ویقبلني ویصدق دعوتي الا ذریة البغایا الذین ختم الله علی قلوبهم فهم لا یقبلون." (ترجمہ از ناقل)

ترجمہ: "ان کتابوں کو ہر مسلمان پیار اور محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے نفع حاصل کرتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے اور میری تصدیق کرتا ہے، مگر بدکار اور بازاری عورتوں کی اولاد جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے (وہ قبول نہیں کرتے)۔"
(آئینہ کمالات اسلام، رخ 5، صفحات 547، 548)

وہ تمام مسلمان جو اپنے آپ کو "روشن خیال" سمجھتے ہیں لیکن وہ مرزا قادیانی کو نبی یا مسیح نہیں مانتے اور ان کا یہ کہنا ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر ان کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے، انہیں مرزا قادیانی کی اس تحریر پر غور کرنا چاہیے کیونکہ اس میں وہ بھی داخل ہیں۔

ایک قادیانی دھوکہ اور اس کا ازالہ

عام طور پر مرزا قادیانی کی اس تحریر کے بارے میں مرزائی مربی یہ کہتے ہیں کہ مولویوں نے لفظ "البغایا" کا ترجمہ "بدکار یا بازاری عورتیں" غلط کیا ہے اور وہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں، اس لفظ کا یہ ترجمہ نہیں۔ تو بجائے اس کے کہ ہم اپنی طرف سے کچھ کہیں کیوں نہ خود مرزا قادیانی سے ہی پوچھ لیا جائے کہ اس لفظ کا کیا ترجمہ ہے؟ تو آیئے اُسی سے پوچھتے ہیں:

مرزا نے اپنی کتاب (نور الحق، رخ 8، صفحہ 163) پر یہی لفظ "ذریة البغایا" لکھا ہے اور اس کا اردو ترجمہ کیا ہے "خراب عورتوں کی نسل۔"

اپنی کتاب (لجة النور) میں مختلف مقامات پر لفظ "البغایا" لکھا ہے، اور ایک جگہ اس کا ترجمہ فارسی میں کیا ہے "زنہائے زانیہ" یعنی زانی عورتیں (رخ 16، صفحہ 371)، ایک دوسری جگہ اس کا ترجمہ کیا ہے "زنانِ فاسقہ" یعنی فاسق عورتیں (رخ 16، صفحہ 426)، اور اسی کتاب میں ایک جگہ "البغایا" کا واحد "البغي" لکھا ہے اور اس کا ترجمہ کیا ہے "زنِ فاحشہ" یعنی فاحشہ عورت۔ (رخ 16، صفحہ 428)

اسی طرح مرزا قادیانی نے ایک جگہ "البغایا" کا ترجمہ کیا ہے "زنانِ بازاری" یعنی بازاری عورتیں۔ (خطبہ الہامیہ، رخ 16، صفحہ 49)

ایک جگہ مرزا قادیانی نے لفظ "ابن بغاء" لکھا اور اس کا فارسی میں ترجمہ کیا "اے نسلِ بدکاران" یعنی بدکاروں کی نسل۔
(مکتوب احمد، رخ 11، صفحہ 282)

ثابت ہوا کہ "ذریة البغایا" کا مطلب مرزا کی تحریروں میں زانی، فاسق، بازاری اور فاحشہ عورتوں کی اولاد کے سوا کچھ نہیں۔

مرد خنزیر اور عورتیں کتیاں

مرزا قادیانی نے اپنے مخالفین کے بارے میں لکھا:

"دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔"
(نجم الہدیٰ، رخ 14، صفحہ 53)

اور ظاہر ہے جس نے بھی مرزا قادیانی کے دعوائے مسیحیت و نبوت اور ظلی بروزی محمد ہونے کو نہیں قبول کیا وہ سب اس کے دشمن اور مخالف ہیں کیونکہ وہ اسے جھوٹا مدعی نبوت اور گستاخ رسول سمجھتے ہیں۔

یاد رہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے مخالفین اور خاص طور پر مسلمانوں کے علماء کے بارے میں دل

کھول کر بدزبانی کی ہے، شاید ہی کوئی ایسی ’’گالی‘‘ ہو جو مرزا قادیانی نے نہ دی ہو، مثال کے طور پر مرزا قادیانی کی ’’خوش اخلاقی اور شیریں زبان‘‘ کے چند نمونے یہ ہیں (اے مردار خور مولویو، اے بدذات، اے خبیث، اے بدذات فرقہ مولویاں، انسانوں سے بدتر اور پلیدتر، بدبخت، پلید دل، خبیث طبع، مردار خور، ذلیل، دنیا کے کتے، رئیس الدجالین، رئیس المعتدین، رئیس المتکبرین، سلطان المتکبرین، سفیہوں کا نطفہ، شیخ احمقاں، شیخ الضال، شیخ چالباز، کمینہ، گندی روحو، منحوس، یہودی صفت، یہودی، اندھا شیطان، گمراہ دیو، شقی، ملعون، سربراہ گمراہاں...... اور اس طرح کی سینکڑوں گالیاں)، لیکن دوسری طرف مرزا قادیانی نے یہ بھی لکھا کہ:

’’گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔‘‘ (اربعین نمبر4، رخ17، صفحہ 471)

’’کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔‘‘

(کشتی نوح، رخ19، صفحہ 11)

’’ناحق گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے۔‘‘ (ست بچن، رخ10، صفحہ 133)

بدتر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بدزبان ہے
جس دل میں یہ نجاست بیت الخلاء یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم، رخ20، صفحہ 458)

مرزا قادیانی کے پیروکار یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ ہمارے حضرت جی نے یہ ’’گالیاں‘‘ نہیں دیں بلکہ انہیں ’’سخت الفاظ‘‘ کہتے ہیں، اور یہ الفاظ انہوں نے مجبوراً ان لوگوں کے جواب میں لکھے ہیں جنہوں نے ہمارے حضرت جی کو گالیاں دی تھیں، ہم ایک منٹ کے لئے فرض کر لیتے ہیں کہ کسی نے مرزا قادیانی کو گالیاں دی تھیں لیکن مرزا قادیانی نے تو یہ نصیحت کی تھی کہ:

گالیاں سن کر دعا دو، پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، رخ21، صفحہ 144)

تو مرزا نے خود اس نصیحت پر عمل کیوں نہ کیا؟، اور کیا اللہ کے نبی لوگوں کی سخت زبانی کے جواب میں اسی زبان میں جواب دیا کرتے ہیں؟

مرزا کے بیٹے اور دوسرے مرزائی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کے فتوے:

’’......کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (نقلی اور جعلی۔ ناقل) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا قادیانی۔ ناقل) کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں۔‘‘ (آئینہ صداقت، انوار العلوم، جلد6، صفحہ 110)

(جاری ہے)

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت سے تعاون

شفاعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدِ باب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- دفاترِ ختمِ نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختمِ نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام صدقاتِ جاریہ میں شرکت کے لئے زکوٰۃ، صدقات، فطرہ، عطیات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کو دیجئے

نوٹ

مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے۔

اپیل کنندگان

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ — امیر مرکزیہ

مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمدؒ — نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانیؒ — نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھریؒ — مرکزی ناظم اعلیٰ

ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

فون: 061-4583486, 061-4783486

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.